بہ لوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے!
کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے!

تذکرہ و تالیفات

سیّد شاہ معظّم شہیدؒ

مُرتّب:
محمّد عبد القویؒ

ابرار بُکڈپو، متصلِ مسجدِ اکبری، اکبر باغ، حیدرآباد-۳۶

تفصیلات طباعت

- نام کتاب : تذکرہ و تالیفات سید شاہ معظم شہیدؒ
- مرتب : محمد عبد القوی
- صفحات : ۲۷۲
- قیمت : 30/- روپے
- ٹائیٹل : سلام خوشنویس
- کتابت : محمد عبد الرؤف
- طباعت : عماد پریس
- بینڈنگ : حفظیہ بک بائینڈنگ
- ناشر : ابرار بک ڈپو اکبر باغ حیدرآباد

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ
عرض مرتب	۶
تقریظ مفتی محمد عبد الغنی صاحب	۱۱
باب اول	
نام و نسب	۱۶
والدین	۱۶
ولادت و طفولیت	۱۷
تعلیم و تربیت	۱۸
فنون سپہ گری	۱۸
ذہنی انقلاب	۱۹
تحصیل علم دین	۲۰
ہردوئی کا سفر	۲۱
اساتذہ کرام	۲۱
بیعت و ارادت	۲۴
مفتی محمودؒ سے رجوع	۲۶
حضرت نثار احمد صاحب کی خدمت میں	۲۸
نکاح	۲۹
مجاہدہ کا زمانہ	۳۱
کسب معاش	۳۳
فیض العلوم میں	۳۳
طرز تدریس و تربیت	۳۴
طرز ملازمت	۳۵
امامت	۳۶
خطابت	۳۹
کثرت مجاہدہ کا اثر	۴۰
ایام آخریں	۴۰
شہادت	۴۴
محبین کی بے تابی	۴۷
تجہیز و تکفین	۴۸
مزار مبارک	۴۹
تحدیث بالنعمۃ	۵۱
پسماندگان	۵۱
تعزیتی خطوط	۵۲
اوصافِ حمیدہ	۵۳
صفائی معاملات	۵۵
ضبط و تحمل	۵۶
تواضع و عاجزی	۵۷
استغناء و بے نیازی	۵۸

مضمون	صفحہ نمبر
صبر و شکر	۵۸
توکل و قناعت	۵۹
اتباع سنت	۵۹
لغو و لایعنی سے پرہیز	۶۰
تجہیز و تکفین کا شوق	۶۰
باب دوم	
ایک خط	۶۴
ارشادات و ملفوظات	۶۵
اوراد و وظائف	۷۱
دعا	۷۳
پسندیدہ اشعار	۷۶
تذکرہ مولانا امیر امام الدینؒ	۷۷
" حافظ حسن احمد علویؒ	۷۸
" مولوی سردار علیؒ	۷۹
" مولانا مفتی محمودؒ	۸۱
" مولانا نثار احمدؒ	۸۳
" مولانا فضل الرحمنؒ	۸۴
باب سوم	
حقوق بارگاہ رب العزت	۸۷
موت کی یاد	۹۰
فکر آخرت	۹۰
اتحاد و اتفاق	۹۳
باطنی تربیت کا فکر	۹۴
ایک خاص ارشاد	۹۵

مضمون	صفحہ نمبر
اصلاح کا سہل نسخہ	۹۶
اہم دستور العمل	۹۸
دل کی آنکھیں کھولئے	۱۰۰
ایک لطیف نکتہ	۱۰۰
شریف آدمی	۱۰۱
اہل علم و اہل اللہ سے محبت	۱۰۱
قوت حافظہ	۱۰۱
والدہ کی خدمت کی برکات	۱۰۱
مفتی شفیعؒ کی آخری وصیت	۱۰۲
مسلمان کا مقام	۱۰۳
نہی عن المنکر کے آداب	۱۰۳
بیعت کی حقیقت اور حکم	۱۰۴
تعلیم عربیہ کا ایک خطرناک پہلو	۱۰۵
توبہ کی حقیقت	۱۰۵
طلب رضا	۱۰۶
اتباع سنت	۱۰۶
ایمان و عمل کا تلازم	۱۰۶
فضائل تجارت	۱۰۶
حفاظت نظر کا پھل	۱۰۷
اخلاق سلف	۱۰۸
توحید کی حقیقت	۱۰۹
مبلغ کی ضروری صفات	۱۱۰

مضمون	صفحہ نمبر
کسب حلال	۱۱۰
حقیقت ریا	۱۱۱
اخلاص کی حقیقت	۱۱۱
اصول خمسہ	۱۱۲
حیوٰۃ طیبہ	۱۱۳
مراد پوری نہ ہونا بھی نعمت ہے	۱۱۴
تفویض کی حلاوت	۱۱۴
عمل بھی ضروری ہے	۱۱۵
اتباع سنت ہی ذریعہ ترقی ہے	۱۱۵
تکمیل دین کی کوشش ضروری ہے	۱۱۶
دین دنیا	۱۱۷
فکر آخرت	۱۱۷
اسلام کی حقیقت	۱۱۷
ایذاء مسلم کے نقصانات	۱۱۹
اعمال صالحہ کی تحصیل کے ذرائع	۱۱۹
دعا کی حکمتیں اور آداب	۱۲۰
تکبر کا نقصان	۱۲۲
اللہ تعالیٰ سے غفلت مہلک ہے	۱۲۳
فرض واجب وغیرہ کی تعریف	۱۲۳
مشورہ سب کے لیے ضروری ہے	۱۲۳
تصحیح نیت کا آسان طریقہ	۱۲۴
اہم دستور العمل	۱۲۵
محبوب خدا	۱۲۷
تقویٰ کی تعریف	۱۲۸

مضمون	صفحہ نمبر
حسن خاتمہ	۱۲۸
بدنگاہی کے نقصانات	۱۲۹
توبہ کا کمال	۱۳۰
صحبت اولیاء	۱۳۰
اتباع سنت سے ...	۱۳۰
ایک تعزیتی مضمون	۱۳۰
استخارہ کی حقیقت	۱۳۲
دافع الغم	۱۳۲
حقائق حکیم الامتؒ	۱۳۳
شان فاروقی	۱۳۴
قرآن کریم	۱۳۵
بزرگوں سے حاصل کرنے کی چیز	۱۳۸
دین پر ثبات کی دعا	۱۳۹
مقصد حیات	۱۳۹
آداب تکبیر	۱۴۰
آمرانہ علاج	۱۴۰
مشورہ کی حقیقت	۱۴۰
تلاوت قرآن کے آداب	۱۴۱
عاشقانہ ایمان	۱۴۲
باب چہارم	
بصائر محمود	
اکسیر الاتحاد	
شب قدر	
اسباب فلاح	
اسباب ترقی	
معین الطلبین	
مسئلہ تقدیر	

یہ رسالے کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

باسمہٖ تعالےٰ

تذکرہ و تالیفات

سیّد شاہ معظم شہیدؒ

:- ترتیب :-

محمد عبد القوی

: ناشر :

ابرار بکڈپو متصل مسجد اکبری اکبر باغ حیدرآباد

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاؑ وسید المرسلین محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

امابعد! :- بزرگانِ دین کی سوانح عمریاں لکھنے کا معمول اسلام میں شروع ہی سے چلا آرہا ہے۔ اس کا مقصد اصلی بس اتنا ہے کہ یہ حضرات چونکہ خالص اسلامی و دینی زندگی گزارتے ہیں، علم وعمل کے جامع اور خلوص وللہیت کے پیکر ہوتے ہیں اس لیے ان کی زندگیاں اوروں کے لیے شمع ہدایت اور نورِ بصیرت وبصارت ثابت ہوتی ہیں۔ عام آدمی کو ان کی زندگی میں اپنے آپ کو دیکھنے اور ان کے سراپا میں خود کو تلاش کرنے کا موقع ملتا ہے چنانچہ عقل مند و سعادت مند آدمی اس سے عبرت حاصل کرتے اور اپنی اصلاح وترقی کے عزائم کو اپنے قلب ودماغ میں موجزن پاتے ہیں۔

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب

نیز ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی مبارک ومسعود زندگیاں اگر قید تحریر میں لاکر محفوظ نہ کرلی گئیں تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ تذکرے بھی رخصت ہو جاویں اور جس طرح تمام اقرباء ورشتہ دار حتیٰ کہ اہل وعیال بھی چار دن رو دھو کر مرحوم کو فراموش کر دیتے ہیں اسی طرح ان کے وارثین علم وہنر بھی دھیرے دھیرے ان کی عظیم تر وراثت دینی وامانت علمی کو ضائع کر بیٹھیں۔ اس لیے ان کی حفاظت اور اگلی نسلوں میں ان کی منتقلی کی بہتر وبے غبار صورت بس یہی ہے کہ انھیں جمع کرکے زیورِ طبع سے آراستہ کرلیا جائے۔

اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی کی بھی زندگی کے ہر شعبہ پر ہر شخص

کی نظر نہیں رہتی اس لیے ان اکابر کی زندگیوں سے ہر شخص اپنے ظرف اور اپنی فہم کے موافق محدود فائدہ اٹھاتا ہے۔ برخلاف سوانح نگار کے کہ وہ ہر پہلو کی تحقیق وجستجو کرتا ہے اور مختلف ومتعدد متعلقین سے گفتگو کرتا ہے، معلومات، مشاہدات اور تاثرات کو اکٹھا کرتا ہے چنانچہ اس تگ ودو کے نتیجہ میں کامل اور صحیح زندگی کا واضح نقشہ سامنے آجاتا ہے اور ہر عام وخاص کو شخصیت اور اس کے افکار کے سمجھنے اور اسے قبول کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

استاذ محترم حضرت سید شاہ قادر معظم شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ان مبارک ذوات ومقدس نفوس میں سے ایک تھی جنھیں حق تعالیٰ اپنی محبت ومعرفت کے لیے لاکھوں کروڑوں میں سے منتخب فرماتا ہے۔ وہ اسلاف کرام کا کامل نمونہ، اخلاق وصفات کا انمول خزینہ اور تقویٰ وطہارت کا قابل دید وتقلید مجسمہ تھے —— جن لوگوں کو انھیں قریب سے دیکھنے اور ان کے ساتھ معتدبہ وقت گزارنے کا موقع نہیں ملا، وہ ہو سکتا ہے راقم سطور کی اس بات سے اختلاف کریں اور اسے غلوئی المدح قرار دیں —— مگر مجھے کامل اطمینان اور ایقان ہے کہ وہ اس دور کے صالحین وکاملین میں سے ایک تھے۔ مجھے صرف ایک واسطہ سے یہ بات پہونچی ہے کہ حضرت مصلح الامتہؒ کے سفر حجاز کے موقع پر جب حضرت شاہ صاحبؒ نے بمبئی میں آپ کی خدمت میں حاضری دی تو انھوں نے بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور یہی نہیں بلکہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ اور قاری مبین صاحب مدظلہٗ (جو حضرت مصلح الامتہ کے مجاز اور خادمان خاص تھے) کے سامنے

فرمایا "یہ حیدرآباد کے مولوی صاحب جو آئے ہوئے ہیں ماشاء اللہ احسن الحال ہیں" جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت مصلح الامتہ کا یہ جملہ کہ "احسن الحال ہیں" کس قدر

اس ضرورت کی تکمیل کی توفیق اللہ تعالیٰ نے برادرِ عزیز ولیق حافظ محمد عبدالقوی سلمہ ناظم ادارہ اشرف العلوم کو مرحمت فرمائی۔ چنانچہ موصوف نے بڑی دلچسپی اور عرق ریزی سے مختلف حضرات سے ملاقاتیں کرکے ایک ترانؒ کے حالات و صفات کو جمع کیا۔ دوسری ان کے تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ مضامین کو اکٹھا کرکے انھیں مرتب کیا۔ اس طرح "تذکرہ و تالیفات سید شاہ منظم شہیدؒ" کے نام سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔

احقر نے اس مجموعہ کو پڑھا ہے وہ مضامین جو بزرگوں کی تصانیف سے ماخوذ و منتخب ہیں ان کا کہنا ہی کیا ہے ایک ایک قول بے بہا و پُر تاثیر ہے۔ سوانح و وقائع زندگی کی ترتیب بھی پُر لطف الفاظ اور دلنشیں انداز میں کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ برادر موصوف کو جزائے خیر و اجر جزیل عطا کرے، ان کی عمر و وقت اور صلاحیت میں برکت و ترقی عطا کرے اور حضرت شاہ صاحبؒ کے اس "تذکرہ" کو شرفِ قبول اور افادۂ عام کا ذریعہ بنائے آمین!

محمد عبدالمغنی کان اللہ لہٗ

۲۳/۴/۱۴۱۲ھ

باسمہ تعالیٰ

باب اوّل

"ولادت سے شہادت تک"

اِس باب میں

حضرت شاہ صاحبؒ کی ولادت با سعادت، خاندان، بچپن تعلیم و تعلم، جوانی و انقلاب ذہنی، تربیتِ اصلاح، بزرگوں سے کسبِ فیض، تدریس، امامت و خطابت، نکاح، مجاہدات ایامِ آخرین، شہادت، تجہیز و تکفین، اوصافِ حمیدہ وغیرہ عنوانات پر مختصراً مگر بعد تحقیق روشنی ڈالی گئی ہے۔

از مرتب غفرلہٗ

ولادت سے شہادت تک

نام ونسب آپ کا اسم گرامی سید قادر معظم ابن سید محمد ایوب ابن سید محمد غوث ہے صوبہ مہاراشٹر کے ایک سادات خاندان سے آپ کے آبا و اجداد کا تعلق ہے۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے جد امجد بڑے اونچے درجہ کے درویش صفت بزرگ تھے۔ جن کا مزار پربھنی میں اب بھی مرجع خلائق ہے۔ کاش کہ شجرۂ نسب مل جاتا تو اس سلسلہ کے بہت حقائق و دقائق سامنے آتے۔ معلوم ہوا کہ اس خاندان کا تاریخی سرمایہ شاہ صاحبؒ کے بڑے تایا زاد بھائی جناب عقیل صاحب کے پاس محفوظ ہے جو کہ لندن میں ہیں راقم سطور کے لیے اسوقت وہاں سے ان کا فراہم کرنا مشکل تھا اس لیے سلسلۂ نسب یہیں پر ختم کیا جاتا ہے۔

والدین آپ کے والد سید محمد ایوب صاحب تقسیم ہند سے پہلے تلاش معاش کے سلسلہ میں اپنے آبائی وطن پربھنی سے ترک مستقر کرکے حیدرآباد پہنچے اور یہاں مستقلاً قیام کر لیا۔ وہ ایک شریف النفس اور وضع دار آدمی تھے۔ حیدرآباد کی ایک قدیم بستی کاچی گوڑہ میں ان کا مکان تھا۔ سائیکل اور اسٹیئرنگ کا کام کرتے تھے اور سلطان بازار میں اس فن کے ماہر کی حیثیت سے معروف و مقبول تھے۔ علمی و دینی اعتبار سے کوئی خاص مقام و منصب کے حامل تو نہ تھے مگر بہرحال سادہ مزاج پُروقار اور سمجھدار آدمی تھے۔ البتہ اخیر زمانہ میں اپنے صالح و نیکوکار صاحبزادے کی دینی عملی و نورانی زندگی سے متاثر ہوکر خود بھی حتی المقدور دین داری کی جانب بڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ ابتداءً صاحبزادے محترم کے دینی رجحانات سے نالاں رہے تاہم انتہاءً نہ صرف یہ کہ ان سے متاثر ہوئے بلکہ غیر معمولی اعتقاد ان کے قلب میں آپ سے پیدا ہوگیا تھا

جمعہ کی نماز اہتمام سے ان کے پیچھے ادا کرتے تھے اور فخر سے کہا کرتے تھے کہ ان کے پیچھے نماز ادا کرلینا میرے لیے سعادت ہے۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ م ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء شنبہ کی رات میں قریب پونے دس بجے اس دُنیا سے رحلت فرما گئے۔ انتقال سے قبل اپنے اس متقی و پرہیزگار اور صالح کردار صاحبزادے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور بار بار اسے چومتے جاتے تھے۔ اور فرماتے کہ "مجھے اندازہ نہ تھا کہ تم اس مقام و مرتبہ کے آدمی ہوگئے" (مفہوم) آپ کی والدہ "رابعہ خاتون" تو بہت پہلے ہی (یعنی ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ م ۱۵ جنوری ۱۹۵۸ء چہارشنبہ کے دن صبح ۱۱ بجے) وفات پاگئیں تھیں آپ نے انہیں کی نسبت سے اپنی بڑی صاحبزادی کا نام رابعہ تجویز فرمایا تھا۔ ایک بڑے بھائی سید اعظم صاحب تھے جو جامعہ عثمانیہ میں فورمین کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ تین بہنیں ہیں تینوں ماشاء اللہ حیات ہیں جن میں سے بڑی بہن کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ منجھلی بہن جناب طٰہٰ صاحب ڈائرکٹر ملے پی آئی ٹی آئی کی زوجہ ہیں۔ اور سب سے چھوٹی بہن مجردہ ہیں۔ والد صاحب، بڑے بھائی اور بڑے بہنوئی صاحب کی تجہیز و تکفین خود آپؒ ہی کے ہاتھوں انجام پائی تھیں۔

ولادت وطفولیت حضرت شاہ صاحبؒ کی ولادت باسعادت بتاریخ ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ کو آبائی وطن پربھنی میں ہوئی۔ آپ کے نانا محمد سلیمان خاں نے آپ کا نام قادر معظم تجویز کیا۔ جس سے آپ کی تاریخ ولادت بھی نکلتی ہے۔ اسی تاریخی نام سے آپ معروف رہے۔ بچپن ہی سے آپ اپنے دوسرے بھائی کے مقابلہ میں مخصوص مزاج، منفرد طبیعت رکھتے تھے۔ آپ کا بچپن دیکھنے والے ایک صاحب کے بقول اسی زمانہ سے آپ کی ایک نرالی شان تھی۔ اور ممتاز مشاغل اور پختہ عزائم کے حامل تھے۔

خاندان کا ماحول شروع ہی سے وہ نہیں ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ کا تھا اس لیے باوجود سعی وکوشش کے ان کے اہلِ خاندان سے ان کے بچپن کے اہم واقعات وحالات کا پتہ نہ چل سکا۔ ان کی بہنوں نے بحیثیت مجموعی ان کے اخلاق وکردار خصوصًا بڑوں کے ادب واحترام کی تعریف کی اور اس سے اپنے بے حد تاثر کا اظہار کیا۔ ان کی بڑی بہن ڈاکٹر صفیہ ادیب کا کہنا ہے کہ وہ شروع ہی سے خاموش مزاج۔ حساس ذہین۔ عافیت پسند۔ کم گو متحمل وبردبار۔ ضد سے متنفر۔ لڑائی جھگڑوں سے دُور نہایت نرم خو اور شریف النفس تھے۔ مثل مشہور ہے ؎

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

تعلیم وتربیت آپؒ جب پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو حسبِ اصول ودستور آپ کو پڑوس کی مسجد نیمبار پٹی میں برائے دینی وقرآنی تعلیم بھیجا جانے لگا۔ گھر والوں کا رُجحان چونکہ عصری علوم کی طرف تھا اسی لیے آپؒ کے لیے بھی یہی لائن منتخب کی گئی۔ اور عیسٰی میاں بازار پرائمری اسکول میں شریک کردیا گیا۔ جب تعلیم شروع ہوئی تو آپ، نہایت مستعدی اور دلچسپی سے اس میں منہمک ومصروف ہوگئے۔ سال بہ سال ترقی فرماتے رہے۔ تا آنکہ اسکولی سلسلہ ختم ہوا اور آپ کاچیگوڑہ ہائی اسکول میں داخل ہوئے پھر کسی وجہ سے اسکول تبدیل کرکے دارالشفاء ہائی اسکول میں گئے۔ وہیں سے آپ نے میٹرک پاس کیا، پھر ملے پلی آئی۔ ٹی۔ آئی سے مشنسٹ کی سند حاصل کی۔ سُنا ہے کہ اس کے بعد انھیں گورنمنٹ کی ملازمت بھی ملی تھی لیکن انھوں نے اسے قبول نہیں فرمایا۔

فنونِ سپہ گری اُن دنوں حیدرآباد میں فنونِ سپہ گری سے نوجوان طبقہ کو دلچسپی تھی۔ اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا جاتا تھا۔

شاہ صاحبؒ کو بھی اس فن سے مناسبت تھی اسی لیے آپ نے انھیں سیکھنے کا ارادہ فرمایا۔ اس کے لیے آپ محلہ فتحی بیل کی مشہور تربیت گاہِ سپہ گری موسوم بنام "تعلیم حیدریؒ" سے وابستہ ہوئے اور عبدالقیوم اور باشو پہلوان کی زیرِ تربیت اس سلسلہ کے مختلف فنون سیکھے۔ چند ہی دنوں میں آپ نے طبعی مناسبت اور جسمانی موزونیت اور فکر ومحنت کے ذریعہ استاذ کی نگاہ میں اچھا مقام بنالیا۔ اور وہ اپنے باکمال شاگرد پر فخر ومسرت کا اظہار کرنے اور دوسروں کو ان کی مثال دینے لگے۔ آخیر زمانہ بلکہ شہادت سے دو ایک برس قبل تک بھی ان کو ایک نگاہ دیکھنے والا بھی، سر کی مضبوطی اور بناوٹ، سے ایک عرصہ تک کی گئی جسمانی ورزش اور قوتی کا بآسانی اندازہ لگا سکتا تھا۔ تاہم ان فنون کے عملی مظاہرے کو تعلیم کے ساتھیوں اور چند مخصوص حضرات کے علاوہ کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔

ذہنی انقلاب جب آپؒ نے آئی ٹی آئی میں داخلہ لیا تو ظاہر ہے کہ عمر مبارک سال شباب اور پورے آب وتاب کو پہنچ چکی ہوگی۔ بہرحال یہی وہ زمانہ ہے جس میں آپؒ کی فکر ونظر میں وہ عظیم اصلاحی انقلاب برپا ہوا کہ جس نے تعلیم جدید سے ان کی طبیعت کو برگشتہ کردیا۔ بلکہ اس لائن سے ان کی مناسبت ختم کردی اس کے مقابلے میں تعلیمِ دین سے رغبت اور ایمان وعمل کی سرگرمیوں سے تعلق ومحبت کی روح پوری طاقت کے ساتھ پھونک دی۔ یہ کیفیت ہر دن پختہ اور ہر آن مستحکم ہوتی رہی۔ باوجود جستجو کے اس عظیم انقلاب ذہنی کا ظاہری باعث ومحرک معلوم نہ ہوسکا البتہ آپ ہی کے بقول ان دنوں خوش قسمتی ونیک بختی سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دو مسترشد مولانا فضل الرحمٰن صاحب دہلوی اور مولانا میر امام الدین صاحب علیہما الرحمۃ سے تعارف اور ان کی

نورانی مجالس و محافل میں شرکت کے مواقع حاصل ہوتے رہے۔ ان حضرات کی ایمان افروز گفتگوؤں اور شفقت آمیز برتاؤ و سلوک نے اپنی عظمت و محبّت کا سکہ آپؒ کے قلبِ مبارک میں بٹھا لیا تھا۔ خصوصاً مولانا میر امام الدین صاحبؒ کی وفات کے سنہ اور اس وقت حضرت شاہ صاحبؒ کے سِن میں تطبیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؒ کی تربیتِ ذہنی و علمی میں زیادہ دخل ان ہی کا تھا۔ بہرحال سببِ ظاہری و قریبی کچھ بھی ہو یہ تو طے ہی ہے کہ اس کی اصل محرک و حقیقی باعث توفیقِ خداوندی و قبولیتِ الٰہی ہے حق تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ آپؒ خواہشاتِ نفسانی کے ناپاک دھارے میں بہنے، حب الدنیا کے قعر میں پھنسنے اور اغوائے شیطانی کا شکار ہونے سے بچ کر درجاتِ عالیہ اور ثمراتِ غالیہ کو حاصل کریں۔ خود ہدایت یاب ہوں اور دوسروں کو راہ دکھلائیں۔ اور بالآخر مقامِ شہادت کی رفعتوں اور بلندیوں سے مالا مال ہو جائیں۔

تحصیلِ علمِ دین

جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ سنِ شعور و ادراک کو پہنچنے پر آپ کو ایسی چند برگزیدہ ہستیوں کا شرفِ صحبت حاصل ہوا جو صاحبِ نسبت و صاحبِ باطن ہونے کے ساتھ ساتھ اہلِ علم و فہم بھی تھے۔ ان حضرات کی صحبت نے کیمیا کا اثر کیا۔ اور دھیرے دھیرے آپ کا طبعی رجحان اور قلبی میلان علومِ عصریہ سے ہٹ کر علومِ دینیہ کی جانب مائل ہو گیا۔ یہ نہیں معلوم کہ ان بزرگوں میں سے کس نے ترغیب دی یا از خود طے فرما لیا کہ علمِ دین حاصل کروں۔ جب اس کا اظہار اپنے بعض اہلِ تعلق کے سامنے کیا اور عزمِ مصمم ظاہر فرمایا تو ان کے ایک مخلص و کرم فرما شیروی جناب غوث محی الدین صاحب ناظم تعلیمات حکومت آندھرا پردیش جو بعد میں آپ کے خسر بھی ہوئے — نے آپ کو اس مقصد کی بہتر تکمیل کے لیے ہردوئی کے مدرسہ اشرف المدارس میں

رجوع ہونے کا مشورہ دیا۔ اور ظاہر ہے کہ ادھر یہ اکابر ثلٰثہ (یعنی مولانا میر امام الدین صاحب حیدرآبادی مولانا سردار علی صاحب حیدرآبادی اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب دہلوی تینوں مسترشدین حضرت تھانویؒ) جن کی صحبت و تربیت کے طفیل آپ کا رجحان و میلان علمِ دین کی جانب ہو گیا تھا نے بھی اس مشورہ کی کامل حمایت اور اس کی تکمیل میں ہر طرح کی نصرت فرمائی ہو گی۔ لیکن والد صاحب اتنی دور بھیجنے کے لیے آمادہ نہ تھے تو آپ کے تایا صاحب سے انھوں نے مشورہ لیا۔ تایا صاحب نے آپؒ کی تائید کی اور کہا کہ نوجوان آدمی ہے اس کو ایک اچھا جذبہ ہے۔ لہٰذا اس کے جذبات کو ٹھیس نہ پہونچایا جائے بلکہ اجازتِ سفر کی دے دی جائے۔

ہردوئی کا سفر اور وہاں قیام

چنانچہ آپؒ نے سفر کا ارادہ فرما لیا اور اس زمانہ میں اس قسم کے سفر طولِ مسافت، تغیرِ آب و ہوا اور خود وسائلِ سفر کی قلت اور اس میں حد درجہ مشقت کے اعتبار سے ہمت و حوصلہ والوں ہی سے ممکن تھے۔ آپؒ کو بھی آپ کی ہمت اور ذوق و شوق نے بہرحال وہاں تک پہنچایا۔ اور آپ نے مدرسہ اشرف المدارس کے شعبۂ حفظ میں داخل ہو کر تعلیم کا آغاز فرما دیا۔ لیکن کچھ ہی دنوں میں دردِ سر کا عارضہ کچھ اس طرح لاحق ہوا کہ آپؒ کو حفظِ قرآن کا ارادہ ترک کر کے عربی فارسی شروع کرنی پڑی۔

اساتذہ کرام

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ خود محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہٗ بھی پڑھایا کرتے تھے۔ اس لیے بہت ممکن اور غالب گمان ہے کہ حضرت مدظلہٗ سے بھی شاہ صاحبؒ کو شرفِ تلمذ حاصل ہوا ورنہ تربیت و سرپرستی تو حضرت کی حاصل ہی رہی۔ تین سال ہردوئی میں قیام فرمایا۔ حضرت مدظلہٗ کی اسی دوران خدمت کی سعادت بھی ملی اور اسفار میں رفیقِ سفر رہنے کا شرف بھی بارہا حاصل ہوا۔ اطاعت و فرمانبرداری، محبت و خوش اعتقادی

کے ذریعہ آپ نے تمام مدرسہ والوں کے دل میں ایک مقام بنا لیا تھا۔ اور سعادت مند صالح طلباء میں آپ کا شمار ہونے لگا تھا۔ ادھر حضرت محی السنۃ مدظلہٗ کی جانب سے بھی آپ پر شفقات کثیرہ و احسانات عدیدہ کا معاملہ روز افزوں ہوتا گیا۔ سنا گیا ہے کہ حضرت محی السنۃ مدظلہٗ آپ کو رمضان المبارک میں اپنے ساتھ سحری میں اکثر شریک رکھتے تھے۔ اور مختلف طریقوں سے آپ کا خیال فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ بعض ناگزیر وجوہات اور خانگی مصالح کی بناء ترکِ تعلیم کرکے وطن لوٹ رہے تھے تو حضرت مدظلہٗ نے انتہائی شفقت کے ساتھ دعائیں دے کر رخصت فرمایا اور موسم گرما کا لحاظ فرماتے ہوئے گھر سے ایک صراحی بھی لاکر عنایت فرمائی کہ دورانِ سفر راحت ملے گی۔

مدرسہ اشرف المدارس کے دوسرے قابلِ ذکر اساتذہ میں حضرت قاری امیر حسن صاحب مدظلہٗ خلیفہ ـــــ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کا اسم گرامی اہم ہے۔ حضرت قاری صاحب مدظلہٗ سے شاہ صاحبؒ کو اور شاہ صاحبؒ سے حضرت قاری صاحب مدظلہٗ کو انتہائی محبت تھی۔ اور عجیب طرح کی اُلفت و مودت۔ اس کا نہ صرف یہ کہ طالب علمی کے زمانہ میں بلکہ آخری وقت تک بھی جب بھی دونوں کی ملاقات ہوتی تو بخوبی اندازہ ہوتا تھا۔ اس واقعہ سے آپ بھی اندازہ لگائیں اور شاگرد و استاد کے درمیان اس غیر معمولی اور قابلِ رشک تعلقِ خاطر سے لطف اندوز ہوں کہ ایک مرتبہ حضرت قاری صاحب مدظلہٗ کا حیدرآباد (مدرسہ فیض العلوم میں) ذرا طویل قیام تھا۔ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے وقتی طور پہ حضرت سے کچھ پڑھنا شروع کیا۔ مدرسہ میں میقاتِ اولیٰ سے فراغت پاتے ہی کتاب لے کر سیدھے حضرت قاری صاحب مدظلہٗ کی قیام گاہ پہ پہنچ جاتے اور تھوڑی دیر استفادہ فرماتے۔ دریں اثناء حضرت قاری صاحب کا ایک دن سفر نلگنڈہ پیش آیا۔ وہاں سے حضرت

فوراً ہی تشریف لے آئے پھر جب حسبِ معمول حضرت شاہ صاحبؒ پڑھنے کیلئے پہونچے تو ارشاد فرمایا "مجھے لوگ وہاں روک رہے تھے مگر میں آپ کی خاطر سے واپس آگیا"۔ سبحان اللہ کیا تعلق تھا اور کیسی محبت تھی جانبین میں۔ راقم الحروف نے ہردوئی میں پڑھنے کے زمانے میں دیکھا تھا کہ حضرت قاری صاحب مدظلہٗ درسگاہ میں پڑھانے کے لیے کتاب کے جو نسخے ساتھ لاتے تھے ان میں کئی ایک پر "احقر قادر معظم غفرلہٗ" لکھا ہوا تھا۔ کسی سے سنا بھی تھا کہ شاہ صاحبؒ نے واپسی کے وقت اپنی کتابیں شفیق استاد کی خدمت میں پیش کردی تھیں (والعلم عند اللہ)

مجھے نہیں معلوم ہوسکا کہ ہردوئی میں اور کن حضرات سے شاہ صاحبؒ کو شرفِ تلمذ حاصل ہوا اسی لیے انہی دو اکابر کے تذکرہ پر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں ـــــ واضح رہے کہ آپ کی باقاعدہ تعلیم کی کل مدت لگ بھگ تین سال رہی۔ اس کے بعد آپ بوجوہ خاص تکمیلِ تعلیم نہ کرسکے اور اپنے بڑوں کے مشورہ سے ترکِ تعلیم کرکے وطنِ عزیز حیدرآباد لوٹ آئے۔

یہاں پہنچ کر آپ نے زیادہ تر حضرت مولانا سردار علی صاحبؒ کی صحبت و معیت کو اپنایا۔ ان کی خدمت میں پابندی سے حاضر ہوتے ان سے مسائلِ شریعت و طریقت میں استفادہ فرماتے اور ان کے نورِ باطنی و حرارتِ ایمانی سے اپنے باطن کو منور کرتے تھے۔ مولانا بھی آپ کو بہت چاہتے تھے اور حد درجہ محبت فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کو جب کبھی کوئی بے چینی اور پریشانی تنگی و انقباض کی کیفیت محسوس ہوتی دوڑ کر ان کی خدمت میں پہنچ جاتے اور ایسا محسوس کرتے کہ ساری پریشانیاں کافور ہوگئیں۔ اور قلب و ذہن کو نور و سرور حاصل ہوگیا۔ جس اہتمام سے آپ کو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوئے دیکھا گیا شاید ہی کہیں اور دیکھا گیا ہو۔ اسی لیے ان کو بھی آپ کے خاص اسا[illegible] میں شامل کیا جانا ضروری ہے۔

اسی طرح مولانا فضل الرحمٰن دہلویؒ بھی آپ کے ممدوح بزرگوں میں سے ہیں۔ شاہ صاحبؒ انھیں بہت محبت اور ادب و احترام کے ملے جلے جذبات کے ساتھ یاد فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ذکر کیا کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ایک عرصہ حیدرآباد میں قیام کے بعد واپس اپنے وطن دہلی چلے گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد کسی کام سے حیدرآباد تشریف لانا ہوا۔ مجھے معلوم ہوا تو میں فوراً حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لیے حاضرِ خدمت ہوا۔ مجھ سے مل کر بہت خوشنودی و محبت کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ "تم کیوں ملنے آ گئے میرے اِس سفر کا ایک مقصد تم سے ملاقات کرنا بھی تھا میں خود تمہارے پاس ملنے آتا"۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بزرگوں کا یہ تعلق آپؒ کیسا تھا یوں ہی نہیں تھا۔ بلکہ ان حضرات نے آپ میں وہ بیش بہا جواہر دیکھے تھے جو قدرت اپنے کچھ منتخب بندوں ہی کو اپنے فضل سے عطا فرماتی ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

راقم الحروف کہتا ہے کہ ہم لوگ محسوس کیا کرتے تھے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک ان کا سب سے بڑا سرمایہ جس پر وہ فخر کرتے تھے یہی بزرگوں کی محبت و شفقت کی یادیں تھیں ؎

سمجھتے ہیں اہلِ ممالک تو یہ کہ بس بادشاہت بڑی چیز ہے
مگر جو ہیں اہلِ نظر اہلِ دل وہ کہتے ہیں چاہت بڑی چیز ہے

بیعت وارادت اور تکمیل سلوک قیام ہردوئی کے دوران یا پھر وہاں سے واپس ہوتے وقت حضرت شاہ صاحبؒ نے مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی خدمت مبارکہ میں پہونچکر شرفِ باریابی و سعادت بیعت وارادت حاصل کی یہ زمانہ غالباً ۱۳۸۲ھ کا ہوگا۔ حضرت مصلح الامتؒ نے آپ کے ساتھ بڑی شفقت و محبت کا معاملہ فرمایا

ادھر شاہ صاحبؒ بھی خوب تندہی اور دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑے اہتمام کے ساتھ استفادہ و اطاعت میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے۔ تین سال تک حضرت مصلح الامتؒ سے کسبِ فیض فرماتے رہے۔ اس مدت میں تین مرتبہ خانقاہ وصی اللّٰہی میں حاضری دی اور ایک مرتبہ قریب پندرہ دن تک قیام فرمایا۔ حضرت مصلح الامتؒ کے ہاں عوام و خواص کے لیے دو علیحدہ علیحدہ مجلسیں ہوتی تھیں۔ عام مجلس میں تو خواص بھی شریک ہو سکتے تھے لیکن خاص مجلس میں عوام کو اجازت شرکت کی نہ تھی۔ اس لیے کہ وہاں جو مضامین بیان ہوتے ہیں ان کا سمجھنا سب کے بس کی بات نہ تھی اس لیے صرف وہی حضرات اس میں شریک رہتے جنھیں حضرت مصلح الامتؒ نے اس میں شرکت کی اجازت یا از خود ہدایت فرمائی ہو۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ (جو حضرت کے بہت ہی خاص خادم اور اجل خلیفہ تھے) نے حضرت شاہ صاحبؒ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت مصلح الامت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کیا انھیں خصوصی مجلس میں شرکت کی اجازت ہے؟ تو حضرت نے فرمایا "ہاں ضرور ہے"۔

مخفی مباد کہ حضرت مصلح الامتؒ چمن اشرفی کے ایک گل سدا بہار تھے حضرت حکیم الامتؒ کے ہاں سے تکمیل کر کے اور اجازت و خلافت لے کے جانے والوں میں بہت سی مشترک صفات و خصوصیات کے ساتھ ساتھ ہر ایک کا ایک ممتاز اور جدا گانہ رنگ بھی تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح الامتؒ کا بھی ایک امتیاز تھا۔ مجھ جیسا ناآشنائے طریقت و محروم رازہائے معرفت اس کی صحیح تعریف اور مناسب تعبیر کا قطعاً اہل نہیں مگر بزرگوں سے ان کے تذکرے سُننے اور ان کی تصانیف کے مطالعے کرنے سے فہم ناقص میں جو بات آئی وہ یہ کہ ان کے ہاں واردین و سالکین کے لیے بڑی خاص شرائط تھیں۔ اور اہلِ اخلاص کو پرکھنے کی ایک مخصوص کسوٹی تھی۔ اتنی مخصوص کہ اچھے اچھے اس میں صحیح اُترنے سے رہ جاتے تھے۔ اس لیے ہاں عام لوگ تو ٹکتے ہی نہ تھے۔ خاص حضرات کو بھی بسا اوقات بڑی نازک صورتحال کا

سامنا کرنا پڑتا تھا۔ عرض کرنا یہ ہے کہ اس بارگاہ میں قبولیت کا حاصل ہو جانا اور اس قدر شفقت و خصوصیت کا معاملہ فرمایا جانا صاف اشارہ دیتا ہے کہ حضرت مصلح الامتؒ کی نگاہِ قلندری اور بصارت باطنی نے اس نوجوان صالح کی پیشانی پر کامیابی و بامرادی، اخلاص و للہیت کے ستارہ کو تابندہ دیکھ کر تاڑ لیا تھا کہ مستقبل میں یہ بڑے مقام و مرتبہ تک پہنچا دیا جانے والا ہے۔ بہر حال آخری ملاقات آپ کی حضرت مصلح الامتؒ سے بمبئی میں اس وقت ہوئی جب کہ حضرت سفرِ حج کے عنوان سے سفرِ آخرت کی تیاریوں کے سلسلہ میں وہاں مقیم تھے۔ شرکتِ سفر کے خواہشمندوں کا بھی تانتا بندھا ہوا تھا۔ اور ملاقات اور زیارت کی غرض سے حاضر ہونے والوں کا بھی ہجوم تھا۔ شاہ صاحبؒ بھی پہنچے اور چند دن قیام فرمایا جب واپس ہونے لگے تو خود انہی کی روایت ہے کہ حضرت سے وداعی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو دیر تک دستِ شفقت میرے اوپر پھیرتے رہے اور پھر دعائیں دیتے ہوئے اجازت عطا فرمائی، یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:-

"تمہارا وطن بہت دور ہے ورنہ جی یوں چاہتا ہے کہ تمہیں چھوڑنے تمہارے وطن تک جاؤں"! اس واقعہ کو بیان کر کے شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ گھر پہنچنے تک حضرت مصلح الامتؒ کے یہ پیار بھرے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے جا رہے تھے۔ اور ذرہ نوازی و خورداں پروری کا یہ عجیب و غریب واقعہ مجھے رُلاتا جا رہا تھا۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ سے رجوع

۱۳۸۷ھ میں جب حضرت مصلح الامتؒ کا دوران سفر حجاز سانحہ ارتحال پیش آیا اور وہ سپردِ سمندر کر دیئے گئے تو حضرت شاہ شہیدؒ کی نگاہ نے ارادت و استفادہ کے لیے ان کے ایک خلیفۂ اجل و فاضلِ معدن العلوم والنباڑی حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کا حسنِ انتخاب کیا اور وہ ان سے مکاتبت کے ذریعہ

رجوع ہو گئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ بڑے عالم دین اور دانمباڑی کے فضلاء قدیم میں سے تھے۔ حضرت مصلح الامتؒ کے تربیت یافتہ اور اجازت یافتہ بھی تھے۔ پیارم پیٹ ضلع جنوبی آرکاٹ ان کا وطن تھا اور حضرت مفتی محمد شفیعؒ نقیہِ اعظم پاکستان کے بھی مجاز تھے۔ یہاں بھی باہمی اعتقاد و اعتماد و محبت و مودت کی وہی تفصیلات پیش آئیں جو دیگر بزرگوں کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو تو خیر ہونا ہی چاہیئے تھا کہ وہ طالب صادق اور مریدِ عاشق تھے اور مرید کا اپنے شیخ سے عقیدت و محبت رکھنا اور ہمہ وقت اسی کے تذکرے سے رطب اللسان رہنا نہ کوئی نئی بات ہے اور نہ ہی حیرت و استعجاب کی، لیکن قابلِ فخر و لائقِ ذکر بات یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو بھی حضرت شاہ صاحبؒ سے ایسی محبت اور اس درجہ تعلق تھا جو اللہ کے نیک بندوں کو ہزاروں لاکھوں میں کسی کسی سے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک خط کے جواب میں لکھا ہے کہ:-

"عزیز محترم میں آپ کو اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں ماشاء اللہ آپ اس قابل ہیں کہ خود میں آپ سے استفادہ کروں اور اگر میں تندرست ہوتا اور قریب ہوتا تو میں خود آپ کے پاس آتا"!

اس سے مرشد و مسترشد کے درمیان ربطِ باہمی و علاقہ خصوصی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کس قدر تھا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کو حضرت شاہ شہیدؒ نے شاید صرف ایک مرتبہ خانقاہ وصی اللٰہی میں دیکھا تھا اور وہ ان کے زہد و تقویٰ سے متاثر ہوئے تھے لیکن اس کے بعد سے ملاقات کی کبھی نوبت نہ آئی تھی تقریباً تیرہ سال تک دونوں کے درمیان خط و کتابت کے ذریعہ افادہ و استفادہ ارشاد و استرشاد کا سلسلہ قائم رہا۔ اور وہ مکاتبت ہی کے ذریعہ مدارج تصوف و سلوک کو طے کرتے

طلبِ رضا

○ ہر عمل میں طلبِ رضا کا شعور پیدا ہونا طریق کا حاصل ہے۔

○ بڑے سے بڑے ولی کی ولایت کا بھی جو اعتقاد ہے وہ محض ظنِ غالب کی بناء پر ہے۔ اور اپنے میں آثارِ قبولیت تلاش کرنا تو عجب ہے۔ کیسے آثار اور کیسی بزرگی؟

○ اس راہ میں تو اپنے آپ کو مٹانا ہی اصل شئی ہے۔

اتباعِ سُنّت کی حقیقت

اتباعِ سنت بس اسی کا نام نہیں کہ وضع قطع مطابقِ سنت کر لی جائے بلکہ کامل اتباع یہ ہے کہ فکر و نظر اور جذبات و احساسات بھی ذوقِ نبوی کے تابع ہو جائیں۔

ایمان و اعمال کا تلازم

کمالِ اعمال کو کمالِ ایمان میں دخل ہے۔ اور کمالِ ایمان کو کمالِ اعمال میں دخل ہے۔ پھر اس کمالِ اعمال سے کمالِ ایمان ہوتا ہے پھر اس کمالِ ایمان سے کمالِ اعمال ہوتا ہے اسی طرح سلسلہ چلا جاتا ہے۔

[کمالاتِ اشرفیہ ج ۲ ص ۱۱]

فضائلِ تجارت

○ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسی کمائی حلال و طیب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: انسان کے ہاتھ کی مزدوری اور ہر سچی بیع و شراء (یعنی تجارت) جس میں جھوٹ فریب نہ ہو۔

○ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ ● حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچا تاجر قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا۔

○ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے زیادہ پاک کمائی تاجروں کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ جب بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں اور جب وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں اور جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کریں اور جب کوئی سامان (کسی سے) خریدیں تو (تاجروں کی عادت کے مطابق) اس سامان کو برا اور خراب نہ بتائیں اور جب اپنا سامان فروخت کریں تو (واقعہ کے خلاف) اس کی تعریف نہ کریں اور جب ان کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو ٹلائیں نہیں اور جب ان کا قرض کسی کے ذمہ ہو تو اس کو تنگ نہ کریں۔

○ قیامت کے روز تاجر لوگ فاجروں گنہگاروں کے صف میں ہوں گے۔ بجز اس شخص کے جو اللہ سے ڈرے اور نیکی کا معاملہ کرے اور سچ بولے۔

[معارف القرآن صفحہ نمبر ۳۸۱ جلد دوم]

حفاظتِ نظر کا پھل

حدیث قدسی میں ہے کہ "نگاہ بد ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے" جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اسکو ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ علامہ

ابن قیم جوزیؒ نے لکھا ہے کہ جس نے اپنی بصارت کو خدا کے خوف سے حرام چیزوں سے بچایا اس کو اس کے بدلے میں بصیرت (باطنی روشنی) دے دی جاتی ہے۔ (روح کی بیماریاں اور اس کا علاج حصہ دوم ص۱۸۱ و ص۱۸۲)

اَخلاقِ سَلَف

کتاب اور سنّت کو ہر وقت اس طرح لازم پکڑے رہتے جیسے جسم کے ساتھ اس کا سایہ لازم ہوتا ہے ص۴

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنّت عدن کو پیدا کیا اس میں ایسی چیزیں پیدا کیں جو نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گزرا۔ تو جنّت عدن کو بولنے کا حکم فرمایا، اس نے کلام کیا اور تین بار کہا کہ "قد افلح المؤمنون" مومن فلاح پا گئے پھر کہا میں بخیل اور ریاکار پر حرام ہوں ص۱۳

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہے وہ یقیناً ولی اللہ ہے ص۱۴

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں مجھے میری والدہ نے کہا، اے بیٹا! جب تک علم پر عمل کرنے کی نیت نہ کرے پڑھنا شروع نہ کر، اس لیے کہ وہ علم تیرے لیے آخرت میں وبال ہوگا۔ ص۱۴

حضرت ابو تراب بخشیؒ فرماتے ہیں جب انسان ترک معصیت کا مصمم ارادہ کرے تو اللہ عزوجل کی امداد اسے ہر طرف سے ملتی ہے ص۳۴

دل کی سیاہی کی علامت تین چیزیں ہیں اول گناہ سے دل نہ گھبرائے دوم اطاعت کی طرف طبیعت مائل نہ ہو، سوم وعظ کا اثر دل میں نہ ہو ص۳۵۔

دلوں کی صفائی گناہ سے پرہیز کے موافق ہوتی ہے۔ ص۳۵ (ماخوذ از کتاب "اخلاق سلف" مترجمہ مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ)

توحید کی حقیقت

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد: آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمال ذات و صفات میں) ایک ہے (کمال ذات یہ ہے کہ واجب الوجود ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور کمال صفات یہ کہ علم و قدرت وغیرہ اس کے قدیم اور محیط صفات ہیں۔) (جلد ۸ ص۲۴۲)

عقیدۂ توحید جو اسلام کا سب سے پہلا بنیادی عقیدہ ہے یہ صرف ایک نظریہ نہیں بلکہ انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانے کا واحد ذریعہ ہے جو انسان کی تمام مشکلات کا حل اور ہر حالت میں اس کے لیے پناہ گاہ اور ہر غم و فکر میں اس کا غمگسار ہے کیونکہ عقیدۂ توحید کا حاصل یہ ہے کہ عناصر کے کون و فساد اور اس سارے تغیرات صرف ایک ہستی کی مشیت کے تابع اور اس کی حکمت کے مظاہر ہیں ؎

ہر تغیّر ہے غیب کی آواز　　ہر تجدّد میں ہیں ہزاروں راز

اور ظاہر ہے کہ جب یہ عقیدہ کسی کے قلب و دماغ پر چھا جائے اور اس کا حال بن جائے تو یہ دنیا ہی اس کے لیے جنّت بن جائے گی سارے جھگڑے فساد اور ہر فساد کی بنیادیں ہی منہدم ہو جائیں گی کیونکہ اس کے سامنے یہ سبق ہوگا ؎

از خدا داں خلاف دشمن و دوست
کہ دلِ ہر دو در تصرف اوست

اس عقیدہ کا مالک ساری دنیا سے بے نیاز ہر خوف و خطر سے بالاتر زندگی گزارتا ہے اس کا حال یہ ہوتا ہے ؎

موحد چہ برپائے ریزی زرش　　چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس　　ہمیں است بنیاد توحید و بس

کلمہ لا إله إلا الله جو کلمہ توحید کہلاتا ہے اس کا یہی مفہوم ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ توحید کا محض زبانی اقرار اس کے لیے کافی نہیں بلکہ سچے دل سے اس کا یقین اور یقین کے ساتھ استحضار ضروری ہے کیوں کہ توحید خدا واحد دیدن بود نہ واحد گفتن۔

کلمہ لا إلہ إلا اللہ کے پڑھنے والے تو آج دنیا میں کروڑوں ہیں اور اِتنے ہیں کہ کبھی زمانہ میں اِتنے نہیں ہوئے۔

مصلح و مبلغ کے لیے ضروری صفات

اول سخت کلامی اور کج خلقی سے بچنا دوسرے ان لوگوں سے کوئی غلطی یا ان کے متعلق ایذاء کی کوئی چیز صادر ہو جائے تو انتقام کے درپے نہ ہونا بلکہ عفو و درگزر کا معاملہ کرنا۔ تیسرے یہ کہ ان کی خطاؤں اور لغزشوں کی وجہ سے ان کی خیر خواہی نہ چھوڑنا ان کے لیے دعا و استغفار بھی کرتے رہنا اور ظاہری معاملات میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ نہ چھوڑنا۔

(معارف القرآن صفحہ ۲۱۷ جلد دوم)

کسبِ حلال کے دین ہونے کی تحقیق!

ارشاد فرمایا کہ فکرِ معاش اور فکرِ معاد جمع ہو سکتے ہیں۔ حدیث شریف کسب الحلال فريضة بعد الفريضة اس سلسلہ میں نص ہے کہ فکرِ معاش بھی فرد اعظم ہے فکرِ معاد کی، جس کا اعظم ہونا لفظ فریضہ سے ظاہر ہے۔ اس ارشاد پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس میں ایک خلجان باقی ہے وہ یہ کہ دین ذریعہ دنیا نظر آرہا ہے حالانکہ ہونا چاہیے اس کے برعکس، لہٰذا ایسی ترکیب ارشاد فرمائی جاوے جس سے دُنیا پر دین کو غلبہ ہو جاوے۔

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دُنیا جو نظر آرہی ہے صورۃً دُنیا ہے معنیً دین ہی ہے بوجہ نیت کے ورنہ دنیائے خالص کو فریضہ نہ فرمایا جاتا جو کہ قسم ہے دین اور اطاعت کی۔ اس کھلی دلیل "صلوٰۃ الحاجۃ" کی مشروعیت ہے اور اس کا حکم ہی دنیوی ضروریات کے لیے دیا گیا ہے۔ (باوجود اس کے اس کے عبادت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے)۔ (النور محرم ۱۳۶۰ھ صفحہ ۲)

حقیقت ریا

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی دین کا کام کرنا غرضِ دنیوی کے لیے گو وہ غرض مباح ہو یا دنیا کا کام کرنا غیر مباح کے لیے۔ اور غرض ہونے کے معنی یہ ہیں کہ قصداً اس کام سے اِسی غرض کا ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ریا فعل اختیاری ہے اور جب ہوگا قصد سے ہوگا۔ پس اگر بلا اختیار کوئی ناجائز غرض قلب میں آجائے اور اس کو اختیار سے باقی بھی نہ رکھا جاوے تو وہ وسوسۂ ریا ہے جس پر اجر ملتا ہے۔ ریا نہیں ہے جس پر مواخذہ ہوتا ہے۔ (اشرف السوانح حصہ سوم صفحہ ۲۹۹)

جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا اخلاص ہے اور یہ موقوف ہے ما بہ الکمال کے جاننے پر اسی طرح غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد صرف نیت اور عمل جز و اخیرہ جاتا ہے یہ دونوں اختیاری ہیں طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہو گیا آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ و وعید کا مراقبہ نیت کا۔ (اشرف السوانح حصہ سوم صفحہ ۳۱۷)

اخلاص کی حقیقت

اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی غرض نفسانی نہ ہو صرف رضائے حق مطلوب ہو اب

اس کے حاصل کرنے کا طریقہ اور علاج سمجھئے وہ یہ کہ جب کوئی کام کرنا ہو تو پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ یہ کام کیوں کرتا ہوں اگر کوئی نیت فاسد ہو تو اس کو قلب سے نکال ڈالیئے اور نیت کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرنا چاہیئے (دعظ الدین الخالص ص۳۰)

اصلاحِ اُمّت کیلئے صرف قانون سازی کافی نہیں

"شریعت اسلام نے صرف قانون کو قوم کی اصلاح کیلئے کبھی کافی نہیں سمجھا بلکہ قانون سے پہلے ان کی ذہنی تربیت کی اور عبادت و زہادت اور فکر آخرت کے کیمیاوی نسخے سے ان کے مزاجوں میں ایک بڑا انقلاب لاکر ایسے افراد پیدا کر دیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی جان ومال، آبرو سب کچھ قربان کے لیے تیار ہو جائیں. مکی زندگی کے پورے دور میں یہی افراد سازی کا کام ریاضتوں کے ذریعہ ہوتا رہا. جب جاں نثاروں کی جماعت تیار ہوگئی اس وقت قانون جاری کیا گیا. ذہنوں کو ہموار کرنے کے لیے تو امریکہ نے بھی اپنے بے مثال ذرائع استعمال کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی. ان کے سامنے کچھ تھا مگر فکر آخرت نہیں تھی اور مسلمانوں کے رگ و پے میں فکر آخرت سمائی ہوئی تھی. کاش آج بھی ہمارے عقلاء اس نسخۂ کیمیاء کو استعمال کر کے دیکھیں تو دنیا کو امن وسکون نصیب ہو جائے" تفسیر معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۵۲۷

"تصوف وسلوک کے اصول خمسہ"

۱: ہمارے نزدیک حقیقت تصوف کی صرف علم باعمل ہے اور عمل وہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور جو سالک کے اختیار میں ہے اس کے علاوہ سب چیزیں زائد ہیں، اگر وہ عطا ہو جائیں اور شیخ ان کو محمود بتلا دے نعمت ہے اور قابل شکر اور اگر عطا نہ ہوں یا عطا ہو کر زائل ہو جائیں تو ان کی تحصیل کی فکر یا ان کے زوال پر قلق طریق میں ناجائز اور

باطن کے لیے سخت مضر ہے خواہ وہ کچھ ہی ہوں.

۲: شیخ کو اطلاع تو سب حالات کی ضروری ہے اپنی رائے سے یا کسی خواب یا وارد کی بناء پر کوئی کام کرنا طریق میں جائز نہیں پھر اطلاع کے بعد شیخ تدبیر اس کی کرے گا جس کا تعلق امر ونہی سے ہو بقیہ کی تدبیر اس کے ذمہ نہیں اس لیے طالب کو مطالبہ یا انتظار بھی طریق میں ناجائز ہے اسی طرح اگر کوئی مرض یا کوئی اثر واقعی یا خیالی تکلیف دہ یا کوئی آفت داخلی یا خارجی عارض یا لازم ہو جائے وہ بھی شیخ کی فرض منصبی کے حدود سے خارج ہے.

۳: اصلاح نفس میں اصلاح بدن کو کافی دخل ہے اس لیے بقدر وسعت وضرورت غذا ودوا کا اہتمام بھی عبادت اور سنت ہے۔ ان لنفسك عليك حقاً ان لجسدك عليك حقاً حدیث ہے.

۴: اسی طرح اہل حقوق کے حقوق شرعیہ مقدورہ میں غفلت یا کوتاہی کرنا معصیت ہے جو مقصود کے لیے رہزن ہے. ان لزوجك عليك حقاً ان لزورك عليك حقاً حدیث ہے.

(النور بابتہ شعبان ۱۳۵۵ھ ص۳)

۵: سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہونچائی جاوے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ. خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا.

حیوٰۃ طیبہ

سب کے لیے نعمت اور سب سے بڑی اور مختصر اور جامع اور ہر وقت کے استحضار کے قابل اور ہر حالت پر منطبق اور اس کے مناسب چیز یہ ہے کہ جس حالت سے دین کا ضرر نہ ہو وہ خیر محض ہے خواہ طبیعت کے کیسی ہی خلاف ہو

خواہ عمر بھر لازم حال رہے۔ بس قلب میں تو اس کو راسخ کر لیا جائے اور زبان کو مشغول بالذکر رکھا جاوے اور اس کو اصل شغل سمجھا جائے اس کے ہوتے ہوئے کسی شغل کے فوت ہونے کا افسوس نہ کیا جائے۔ بس اس انتظام کے بعد فکر اور سوچ اور ہر تمنا اور انتظار کو دل سے نکال دیا جاوے انشاء اللہ تعالیٰ حیوٰۃ طیبہ کا صرف حصول ہی نہیں بلکہ مشاہدہ ہو جاوے گا اور بعد چندے نفس بھی مطمئنہ ہو کر اس پر راضی بلکہ لذت گیر ہو جاوے گا۔ بقول ایک صاحب حال ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی ؛ اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

﴿ النور رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ ص ۳ ﴾

مراد پوری نہ ہونا بھی نعمت ہے

جیسے خواہشات میں کامیابی نعمت ہے اسی طرح ناکامی بھی نعمت جیسے غذا کا عطا ہونا نعمت ہے اسی طرح مریض کے لیے (و کلنا مریض) دوا کا عطا ہونا بھی نعمت ہے اگر اس نعمت میں لذت ہے تو اس نعمت میں صحت ہے جو خود شرط لذت ہے۔ (النور محرم الحرام ۱۳۶۲ھ ص ۱۸)

تفویض کی حلاوت حاصل کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ نفس یوں چاہتا ہے کہ مجھ کو ذکر و شغل کا ثمرہ عاجل دنیا میں مل جائے سو یہ خطائے عظیم ہے۔ اصل موقع مشاہدۂ ثمرہ کا آخرت ہے جس نے یہ نکتہ سمجھ کر لیا اس کو رضا و تفویض کی حلاوت نصیب ہوتی ہے اور جو اس نکتہ سے غافل ہے عمر بھر تشویش میں رہے گا۔ (تربیت السالک ص ۸۶۲)

اجر ملیگا تو اسکی رحمت ہی سے ہے لیکن عمل بھی ضروری ہے

مقصود اعمال صالحہ سے راحتِ دنیا نہیں بلکہ راحتِ آخرت ہے اور اس کا مدار جو فضل و رحمت ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ اعمال کو دخل نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ ملے گا تو عمل ہی سے لیکن جتنا ملے گا اتنا اثر اعمال ہی نہیں وہ فضل و رحمت کا اثر ہے۔ لیکن جو عمل ہی نہ کرے گا وہ قانوناً اس فضل و رحمت سے بھی محروم رہے گا۔ (النور جمادی الاخری ۱۳۵۰ھ ص ۳)

اتباع سنّت ہی کے ذریعہ ترقی ہوتی ہے

ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بہت ہی جلد نفع شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب بیان فرمائی جو کبھی ذہن میں نہ آئی تھی۔ فرماتے تھے کہ ہمارے حضرات کے سلسلہ میں بطریق جذب نفع پہونچتا ہے نہ کہ بطریق سلوک، سلوک کیلئے بہت زمانہ درکار ہے لیکن مولاناؒ نے اس جذب کی وجہ عجیب بیان فرمائی جو بالکل صحیح ہے کہ اس سلسلہ میں اتباع سنت کا بڑا اہتمام ہے (مگر اہل ظاہر میں یہ کمی ہے کہ ان کے یہاں صرف ظاہری سنتوں کا اتباع عام طور سے کیا جاتا ہے لیکن دقائق سنن یعنی وضع قطع کے علاوہ فکر و نظر اور جذبات و احساسات بھی ذوق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو جائیں) کا بھی اتباع ضروری ہے اور اس مجموعہ ہی پر انجذاب مرتب ہوتا ہے) جب حق تعالیٰ کے محبوب کا اتباع کیا جاتا ہے تو محبوب کا اتباع کرنے والا بھی محبوب ہو جاتا ہے اور جب محبوب ہو جاتا ہے تو محبت کا خاصہ ہے انجذاب بس حق تعالیٰ فوراً اس کو اپنی طرف منجذب فرما لیتے ہیں یہ راز ہے اس سلسلہ میں بہت جلد نفع پہونچنے کا اور کامیاب ہو جانے کا کیوں نہ ہو حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ؛

قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(النور ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ ص ۳۶)

تکمیلِ دین کی کوشش ضروری ہے

پورا کمال بجز انبیاء علیہم السلام کے کوئی نہیں۔ اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے۔ سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں اور مغموم بھی ایسے کہ اگر ہم جیسوں پہ وہ غم پڑ جاوے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ کمال کی توقع ہی چھوڑنا واجب ہے ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے۔ اس کی مثال وہ مریض ہے۔ جس کی تندرستی سے مایوسی ہے۔ مگر فکرِ صحت اور اس کی تدبیر کا ترک جائز نہیں سمجھا جاتا۔ اور نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں فکرِ تکمیل پر موعود ہے واللّٰہ لا یخلف المیعاد وبس اسی طرح عمر ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت اور بڑی نعمت ہے۔ وھذا ھو معنی ما قال الرومی رح۔

اندریں رہ می تراش و می خراش ۔ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

تا دمِ آخر دمے آخر بود ۔ کہ عنایت با تو صاحب سر بود

(النور شوال ۱۳۵۲ھ)

ہم لوگوں میں یہ بڑی کمی ہے کہ اعمال کو خالی الذہن ہو کر کرتے ہیں۔ حالانکہ نماز، روزہ، ذکر، تلاوت وغیرہ جتنے بھی اعمال ہیں وہ سب تکمیلِ ایمان ہیں۔ ان کو تکمیلِ ایمان ہی کی نیت سے کرنا چاہیئے۔ اور اگر اعمال کو ایسی نیت اور تصور سے کیا جائے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے بذریعہ ان اعمال کے ایمان کا کمال بزبانِ حال مانگ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایمان کامل عطا فرما ہی دیتے ہیں وہ تو بڑے دینے والے ہیں۔

(اشرف السوانح جلد ۳ ص ۷۷)

اصل کمال قرب ہے اور یہ عبدیت سے حاصل ہوتا ہے۔ (وعظ روح الجوار ۱۱)

بدون نصرت حق اعانت حق کے منزل مقصود تک پہونچنا۔ ایک امر محال ہے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ہشتم ص ۳۲۱)

دین و دنیا

آدمی دنیا میں ذخیرۂ آخرت جمع کرنے کے لیے آیا ہے۔ پس اصل کام اس کا شغل دینی ہے لیکن بضرورت اسی شغل دینی کی اعانت و تقویت کے لیے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی بشرط اعتدال و اباحت پس اسی قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرہ سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے اور اسی قاعدہ کی معرفت کے لیے کتب و رسائل دینیہ کا پڑھنا سننا اور علماء کی صحبت لازم سمجھے۔

(النور ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ص ۹)

فکرِ آخرت

میرے تجربہ سے جو چیز سب سے زیادہ نافع ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں ایک گھڑی رہنے کا بھروسہ نہیں وہاں کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ اور یہ وہی بات ہے جس کا حکم حدیث شریف میں دیا گیا ہے کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کی بات نہ کر اور جب تو شام کرے تو اپنے نفس سے صبح کی بات نہ کر۔ اور اپنے آپ کو اہلِ قبور میں شمار کر۔ (رسالہ البلاغ مفتی اعظم کراچی ص ۱۴۴)

اسلام کی حقیقت

اسلام کی حقیقت، اطاعتِ حق ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نفسانی خواہشات کے مقابلہ میں فرمانِ حق کی اطاعت اور اتباعِ ہویٰ کو چھوڑ کر اتباعِ ہدیٰ کی

پابندی۔

افسوس ہے کہ آج اسلام کا نام لینے والے لاکھوں مسلمان بھی اس حقیقت سے بیگانہ ہو گئے اور دین و مذہب کے نام پر بھی اپنی خواہشات کا اتباع کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا عمل دیکھنے میں دین و مذہب کا اتباع نظر آتا ہے مگر وہ حقیقت میں خالص اتباع ہوی اور خواہشاتِ نفس کی پیروی ہوتی ہے۔ مگر غافل انسان یہ نہیں جانتا کہ یہ حیلے اور تاویلیں مخلوق کے سامنے تو چل سکتی ہیں مگر خالق کے سامنے جس کا علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے جو دلوں کے چھپے ہوئے ارادوں بھیدوں کو بھی دیکھتا اور جانتا ہے اس کے آگے بجز خالص اطاعت کے کوئی چیز کارگر نہیں۔

لہٰذا حقیقی اسلام یہ ہے کہ اپنی اغراض اور خواہشات سے بالکل خالی الذہن ہو کر انسان کو اس کی تلاش ہو کہ حضرت حق جل شانہ کی رضا کس کام میں ہے اور اس کا فرمان میرے لیے کیا ہے وہ ایک فرمانبردار غلام کی طرح گوش برآواز رہے کہ کس طرف جانے کا اور کس کام کا حکم ہوتا ہے اور کس کام کو کس انداز سے کیا جائے جس سے وہ مقبول ہو اور میرا مالک راضی ہو اسی کا نام عبادت و بندگی ہے۔ اسی جذبۂ اطاعت و محبت کا کمال انسان کی ترقی کا آخری مقام ہے جس کو مقامِ عبدیت کہا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کا خطاب پاتے ہیں اور سید الرسل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدنا کا خطاب ملتا ہے۔ اسی عبدیت اور اطاعت کے ذیلی درجات پر امت کے اولیاء، اقطاب و ابدال کے درجات دائر ہوتے ہیں اور یہی حقیقی توحید ہے جس کے حاصل ہونے پر انسان کے خوف و امید صرف ایک اللہ جل شانہ کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں۔

غرض اسلام کے معنی اور حقیقت، اطاعت حق ہے اور اس کا راستہ صرف اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں منحصر ہے (معارف القرآن ج ۶ ص ۲۳۷ ک د)

ایذاءِ مسلم کے نقصانات

اس طریق میں سب سے بدتر اور رہزن اور سم قاتل مخلوق کو ستانا اور اس پر ظلم کرنا ہے خواہ کسی عنوان اور کسی طریق سے ہو اس لیے اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے۔ ایک ہے عدم قصدِ ایذاء اور ایک ہے قصد عدم ایذا۔ لوگوں میں عدم قصد ایذاء تو متحقق ہے مگر قصد عدم ایذاء نہیں اس سے ایذاء ہوتی ہے جس کی وجہ محض بے فکری ہے۔

ایسے شخص کو ستانا جو دوسرے کو نہ ستائے باطن کے برباد کرنے میں سخت موثر ہے۔ (کمالات اشرفیہ ج ۱ ص ۲۴، الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲۰۹، ۵۲۹)

اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذاء ظاہری یا باطنی سامنے یا پیٹھ پیچھے نہ پہونچے (کمالات اشرفیہ ج ۱ ص ۱۳۰)

اعمالِ صالحہ کی تحصیل کے ذرائع

اعمال بلا توفیق حق کے مشکل ہیں اور توفیق عادۃً موقوف ہے صحبت کامل

پر (الافاضات الیومیہ جلد اول ص ۱۱۴)

اصل بات یہ ہے کہ سمجھ کے لیے ضرورت ہے نور کی اور نور پیدا ہوتا ہے کثرتِ ذکر اللہ اور تقویٰ سے اور اس کے لیے ضرورت ہے صحبت اہل اللہ کی۔ (الافاضات الیومیہ جلد ہشتم ص ۲۵)

جذب کوئی معمولی چیز نہیں بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے بدون جذب کچھ نہیں ہوتا جذب کی قدر کرنا چاہیئے اور جو ذریعہ ہے جذب کے پیدا ہونے کا اس کی بھی قدر اور احترام کرنا چاہیئے اور وہ اہل اللہ کی صحبت ہے ان کی صحبت کی برکت سے جذب حق پیدا ہوتا ہے۔ اصل وصول جذب ہی سے ہوتا ہے اور ایسا واصل کبھی راجع نہیں ہوتا مولاناؒ نے عجیب مثال لکھی ہے کہ جیسے بالغ ہوکر نابالغ نہیں ہوتا۔ (الافاضات الیومیہ جلد ہشتم ص ۳۹۱)

دین پر عمل کرنے کا مدار سلف صالحین کی عظمت پر ہے حتی الامکان ان پر اعتراض وتنقیص کی آنچ نہ آنے دینا چاہیئے۔ (الافاضات الیومیہ جلد اول ص ۱۷۹)

ارشاد فرمایا کہ نفسانی اور روحانی کے معیار کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ افعال اکثر روح کی طرف سے ہوتے ہیں اور انفعالات نفس کی طرف سے۔ (الافاضات الیومیہ جلد اول ص ۲۰)

دُعا کی حکمتیں اور آداب

جب ذرا بھی کوئی علمی یا عملی یا حالی یا خیالی پریشانی یا خلجان واقع ہو فوراً تضرع وزاری اور دعا والتجا میں مشغول ہو جائے کہ بجز اس کے نہ کوئی پناہ ہے نہ کہیں پناہ ہے

توانی ازاں دل بپرداختن ؛ کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

(دل کو اسی طرف سے تو ہٹا سکتے ہو جس کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بغیر

پناہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ سے دل کو کیوں کر ہٹا سکتے ہو کہ اس کے در کے سوا پناہ کہاں ہے) یہ دُعا والتجا خواہ اپنی زبان میں ہو اور اگر عجز وزاری کے الفاظ ذہن میں حاضر نہ ہوں تو احادیث یا بزرگوں کے کلام میں جو دعائیں منقول ہیں ان میں سے کسی کو انتخاب کرلے (النور جمادی الآخری ۱۳۶۱ھ ص ۲۳)

دُعا کا وظیفہ عبد کا فرض اصلی ہے مگر مع اس کے انضمام کے خواہ ذکراً خواہ فکراً اللھم ضولی واختر لی (النور رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ ص ۱۶)

اعمال کی طرح دعا بھی مامور بہ ہے۔ (تربیت السالک ص ۱۱۶۷)

دُعا ہر حال میں کرنا سنت اور وظیفہ عبدیت ہے دُعا کی برکت سے فہم اور رضا وتحمل سب نصیب ہوتے ہیں۔ (النور محرم الحرام ۱۳۵۸ھ ص ۴)

اصل مطلوب دُعا سے حق تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور بندہ نے جو طریق معین اختیار کیا ہے وہ بھی مقصود نہیں۔ (النور جمادی الآخری ۱۳۵۰ھ ص ۴)

دُعا سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں مگر باوجود اس کے دُعا کو لوگوں نے بالکل ہی چھوڑ دیا عملیات کے پیچھے پڑ گئے۔ (حالانکہ) عملیات میں ایک شان دعویٰ کی ہوتی ہے اور دعا میں احتیاج اور نیازمندی کی شان ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ چاہیں گے تو کام ہو جائے گا۔ عملیات میں نیاز وافتقار نہیں ہوتا بلکہ اس پر نظر رہتی ہے کہ جو ہم پڑھ رہے ہیں اس کا خاصہ ہے کہ یہ کام ہو ہی جائے گا۔ میں کہا کرتا ہوں دُعا کرو اللہ تعالیٰ سے کیوں مستغنی ہو گئے۔ ایک بات اور بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اس کی طرف لوگوں کی نظر بہت ہی کم ہے وہ یہ ہے کہ اور اد وظائف دنیا کے کام کے واسطے پڑھو گے تو اس پر اجر نہ ہوگا اور دُعا اگر دنیا کے واسطے بھی ہوگی وہ بھی عبادت ہوگی اجر ملے گا۔ (الافاضات الیومیہ جلد اول ص ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ (رفع تردد کے لیے اس طرح دعا کرے) اے اللہ حق پر میرے قلب کو مستقر فرما دے اور حق کو میرے قلب پر مستقر فرما دے (النور ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ ص ۷)

بعض لوگ دُعاء ماثورہ کو چھوڑ کر اور طریق دُعا کا اختیار کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر یہ طریق مقبول اور پسندیدہ اللہ اور رسول کا ہوتا تو وہ بھی تعلیم کر دیا جاتا اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریق مقبول اور پسندیدہ نہیں۔ مسلمانوں کی فلاح اور ان کی بہبودی تدابیر منصوصہ ہی میں ہے۔ (الافاضات الیومیہ جلد اول ص۵۸)

تکبّر: اللہ تعالےٰ تک رسائی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے

حق تعالیٰ کے دربار میں اس شخص کے لیے داخل ہونا حرام ہے جو مخلوق کی نگاہوں میں کوئی بھی مرتبہ اپنے لیے چاہتا ہو۔ اور جب تک بندہ مخلوق کی نگاہوں میں کسی مرتبہ کا خواہاں رہے وہ حق تعالیٰ سے محجوب ہے۔

(وعظ التہذیب ج۳ ص۴۸)

سب سے بڑی مانع چیز اللہ تعالیٰ کے دربار میں رسائی سے اور مقبول ہونے سے کبر ہے اس وقت اس میں الا ماشاء اللہ عام ابتلا ہو رہا ہے حتیٰ کہ اہل علم بھی اس مرض میں مبتلا ہیں عام سے زیادہ مضر اہل علم کا ابتلا ہے اس لیے کہ جب پیشوا ہی گم کردہ راہ ہوں تو ہدایت کی بظاہر کوئی صورت نہیں۔ (الافاضات الیومیہ جلد پنجم ص۲۲۵)

طریق باطن میں سب سے اہم چیز نفس کی اصلاح ہے یعنی خواہ کوئی مرید ہو یا شیخ کسی شخص کو اپنے نفس کی طرف سے غافل نہ ہونا چاہیئے بلکہ جیسے مرید پر ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کرے اسی طرح شیوخ کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کی دیکھ بھال کرتے رہیں اس طریق میں اصلاح نفس ایک ایسا کام ہے کہ جو ساری عمر کا دھندہ ہے مگر افسوس ہے کہ اول تو آج کل شیوخ اپنے آپ کو اصلاح سے مستغنی سمجھتے ہیں الا ماشاء اللہ اور جن شیوخ کو اپنے نفس کی نگرانی کی طرف کچھ توجہ بھی ہوتی ہے تو ان کے اندر ایک دوسری کمی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے متعلق ہر موقعہ پر اپنی رائے کو کافی سمجھتے ہیں (الافاضات الیومیہ جلد ہشتم ص۲۲۵)

اللہ تعالیٰ سے غفلت مہلک ہے

اللہ تعالیٰ سے غفلت ایک مرض بلکہ مجموعۃ الامراض ہے۔ غفلت سے نورانیت قلب کی جاتی رہتی ہے۔ غفلت سے یہ مراد ہے کہ بے شغلی کی حالت میں حق تعالیٰ سے بے توجہ رہنا اور ایسا شغل جو کہ مانع ہو جائے توجہ سے بلا ضرورت اختیار کرنا۔ اور ضروری چیز کا معیار یہ ہے کہ اگر وہ نہ ہو کوئی ضرر مرتب ہو۔

(کمالات اشرفیہ جلد ۱ ملفوظ النور شوال ۱۳۴۶ھ ص۱)

جو کلام بھی غیر ضروری ہو اس سے قلب میں کدورت ہوتی ہے۔

(الافاضات الیومیہ جلد اول ص۳۲۱)

فرض واجب وغیرہ کی تعریف

ارشاد فرمایا کہ جس کام کا شریعت میں تاکید یعنی وجوبی یا ترغیبی یعنی استحبابی حکم کیا گیا ہو یا اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو وہ دین کا کام ہے پھر اگر اس کے ترک پر کوئی وعید یا ناراضی بھی وارد ہو وہ فرض یا واجب ہے اور جس کے ترک پر وعید یا ناراضی وارد نہ ہو وہ مستحب ہے اور جس میں یہ بات نہ ہو وہ دنیا کا کام ہے گو اس کے متعلق جو احکام وارد ہوں وہ احکام ہر حال میں دین ہی ہیں اور جس اعتقاد یا عمل سے ان احکام میں تغیر ہوتا ہو وہ بھی تغیر فی الدین ہے

(النور شعبان ۱۳۴۶ھ ص۵)

مشورہ بڑوں کیلئے بھی ضروری ہے

جب تک تمہارے ضابطہ کے بڑے موجود ہوں ان سے استصواب کیئے بغیر کوئی کام نہ کرو اور جب ضابطے کے بڑے نہ رہیں تو اپنے معاصرین اور برابر کے

لوگوں سے مشورہ کرو اور وہ بھی نہ رہیں تو اپنے چھوٹوں سے مشورہ کرو۔ میں نے ضابطے کے بڑے اس لیے کہا ہے کہ یہ بات تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ اس کے نزدیک کون بڑا ہے اور کون چھوٹا۔ (البلاغ خصوصی نمبر کراچی ص ۳۰۸)

ارشاد فرمایا کہ بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہیں ہوتا۔ دیکھئے امراض ظاہری میں علاج کے لیے دوائے تلخ و ناگوار پینا پڑتی ہے چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے اس لیے ہمت کر کے پی جاتے ہیں اور امراض باطنی میں تو زیادہ اس کی ضرورت ہوگی۔ (تربیت السالک ص ۲۷)

عبادات میں تحصیل خشوع و تصحیح نیت کا آسان طریقہ

اپنی تمام طاعات، تلاوت واذکار بلکہ افعالِ مباحہ میں بھی اس کا تصوّر رکھے کہ یہ عنقریب حق تعالیٰ کے اجلاس میں پیش ہوں گے تو ان میں کوئی ایسا اختیاری خلل نہ ہو جس سے پیشی کے قابل نہ ہوں بس اتنا کافی ہے، ابتداء میں استحضار ضعیف ہوگا مگر پابندی کے بعد اس استحضار میں دوام پیدا ہوگا۔ (النور جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ ص ۲)

ارشاد فرمایا کہ طہارت کا پورا خیال کر لیا جائے پھر وضو باقاعدہ سنت طریقے سے کیا جائے وضو اور نماز کے درمیان میں کوئی دنیوی کام بات چیت نہ کی جائے اسی طرح نماز شروع کرنے سے متصل کوئی کام ایسا کر رہا ہے یا خیالات میں لگا ہوا ہے تو اسے ختم کرے تاکہ اس کام کے خیالات نماز میں نہ ستائیں۔ جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو ایک ساعت یہ سوچے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اب حق تعالیٰ سے ہمکلامی ہوگی۔ میں نماز ادا کر رہا ہوں مجھے دھیان کرنے کی ضرورت ہے پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور نیت کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کے روبرو فلاں نماز پڑھتا ہوں اور تکبیر کہتا ہوا ہاتھ باندھ لے۔ جو الفاظ پڑھتے جائے ان الفاظ کی طرف دھیان رکھے یا ان کے معنی سوچتے جائے نماز میں توجہ ایک طرف رکھی جائے جس کی صورت

یہ ہے کہ قیام کے وقت اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد رکوع کرنا ہے۔ رکوع میں اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد قومہ کرنا ہے وعلیٰ ھذا بلکہ ہر رکن کو مقصود بالاداء سمجھے اور اسی طرف متوجہ رہے اسی طرح پھر دوسرے رکن میں الیٰ آخر الصلوٰۃ اگر ایسا کیا جائے تو نماز میں اس قدر یکسوئی ہوگی کہ ذکر میں بھی نہ ہوگی کیونکہ ذکر میں گو یکسوئی ہے مگر ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ دوسرا شخص آکر اس یکسوئی کو فوت کر سکتا ہے یا خود ہی ترک کر کے کسی شغل میں لگ سکتے ہیں اور نماز میں اطمینان ہے کہ سلام پھیرنے تک کوئی شخص بھی ہم کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا نہ خود کوئی کام کر سکتے ہیں اس فکر سے پڑھ کر کے تو دیکھو۔

(ماخوذ از رسالہ البلاغ کراچی مفتی اعظم نمبر ص ۹۶۸ النور ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ص ۲)

ارشاد فرمایا کہ تکمیل فرائض، تکثیر نوافل سے زیادہ افضل ہے (مجالس حکیم الامت ص ۲۰۱)

تمام مسلمانوں کیلئے خصوصاً اہلِ دین کیلئے اہم دستور العمل

۱: ارشاد فرمایا۔ مسلمان کے لیے سب اصول کی اصل شریعت ہے اور یہی ہر حالت میں حکم اور حاکم ہے شریعت کے سب ہر حال میں مکلف ہیں علماء وجہلا خواص وعوام اکابر واصاغر۔ منجملہ احکام شرعیہ کے یہ بھی ہے کہ صرف ایک جانب کے واقعات سن کر رائے قائم کی جائے جب تک دوسری جانب کے واقعات کو بھی معلوم نہ کرلے پھر دونوں طرف کے واقعات معلوم کر کے محض اپنے خیال سے رائے قائم کرنے کی اجازت نہیں بلکہ احکام شرعیہ کے تابع ہو کر رائے قائم کیجائے۔

(النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ ص ۲۱)

۲: ارشاد فرمایا:۔ جس کے ہاتھ میں انتظام ہوتا ہے اس کا ایک معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے جس کا مدار نیت پر ہوتا ہے اور ایک معاملہ خلق کے ساتھ ہوتا ہے جس کا مدار حسن ظن پر ہوتا ہے یعنی اگر وہ احکام سے آگاہ اور عمل کا عازم ہے وہ اس سے

زیادہ کا مکلف نہیں کہ جو کچھ کسی کے ساتھ معاملہ کرے وہ اس کے نزدیک احکام کے خلاف نہ ہو اور اس میں اس کی کوئی غرض نہ ہو باقی یہ کہ اہل معاملہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی اعتقاد رکھیں یہ مبنی ہے حُسنِ ظن پر اگر حسنِ ظن ہوتا ہے تو گو عمل اس شخص کی رائے کے خلاف ہو مگر اس پر بدگمانی نہیں کرتا اور اگر حسنِ ظن نہیں ہوتا تو بلا دلیل ہی اس کے ساتھ بدگمانی کرلیتا ہے (النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ ص۲۱)

۳: ارشاد فرمایا: - یہ امر طبعی ہے کہ صرف ایک جانب کے واقعات سُننے سے اثر ہوتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ اس اثر کے مقتضا پر زبان اور جوارح سے عمل ہو یا نہ ہو سو یہ تفاوت تدین کے تفاوت سے ہوتا ہے۔ اگر تقویٰ اور خشیت ہے تو بدون تحقیق علی اصول الشریعۃ لا تقف ما لیس لک بہٖ علم (جن چیزوں کا علم نہیں ہے ان کے پیچھے مت پڑو) پر عمل رہتا ہے ورنہ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (وہ لوگ صرف گمان کی تابعداری کرتے ہیں) کا مصداق بن جاتا ہے (النور ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ ص۲۸)

۴: ارشاد فرمایا: - عادۃ اللہ یونہی جاری ہے کہ حُسنِ ظن کے محل سے عطا یا تقسیم فرماتے ہیں (النور ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ)

۵: ارشاد فرمایا: - یہ ایک خاص نعمت ہے اللہ تعالیٰ کی کہ دو مسلمانوں میں خالص اور خالص تعلق رہے۔ ۶:- ارشاد فرمایا: - بزرگانِ دین کی مختلف شانیں ہوتی ہیں۔ بعض تو بھولے ہوتے ہیں اور بعض متیقظ تجربہ کار و محیط النظر ہوتے ہیں۔ پہلے قسم کے بزرگوں پر روایات کا بہت جلد اثر ہوتا ہے اور دوسری قسم پر یا نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے لیکن اس اثر کے ساتھ احتمالِ عقلی جانب مخالف کا بھی پیشِ نظر رہتا ہے اور احکام شرعیہ بھی۔ تو اس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اس اثر کے مقتضا پر عمل نہیں کرتے لیکن قلب میں خلجان غیر اختیاری طور پر پیدا ہو جاتا ہے جس میں وہ معذور ہیں اور اسی سے بچنے کے واسطے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو کوئی کسی کی بات نہ پہونچایا کرے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے مجمع میں ایسی

حالت میں آؤں کہ میں سلیم الصدر ہوں بھلا اور تو کون دعوی کرسکتا ہے کہ مجھ کو روایات سے اثر نہیں ہوتا (النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ ص۲۰)

۷: ارشاد فرمایا: - ہر منتظم و مصلح کو ضرور ہے کہ جس چیز کا انتظام اور اصلاح کرنا چاہے اس کی اصل حقیقت اور اس کے ہر قسم کے نشیب و فراز سے پورا واقف و ماہر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر حاکم اپنی رعایا کی عادت و رسوم و مزاج و مصالح و مفاسد سے واقف نہ ہو کبھی اس کے ہاتھوں انتظام درست نہیں ہوسکتا (بیان القرآن - جلد اول ص۱۹)

۸: مدارات و مداہنت کی حقیقت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو کسی مصلحت یا ضرورت سے ہو وہ مدارات ہے۔ اور غیر ضروری مال یا جاہ کی تحصیل یا بقا کیلئے ہو وہ مداہنت ہے (النور ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ ص۴۹)

۹: ارشاد فرمایا: - ضروری چیز کا معیار یہ ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو کوئی ضرر مرتب ہو۔ (الافاضات الیومیہ ج ۱ ص۳۲۱)

خوفِ خُدا

کوئی محکمہ اور کوئی مدرسہ انسان کو جرائم سے باز رکھنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ آج کی دنیا میں جن لوگوں کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے وہ جرائم کے انسداد کے لیے نئے سے نئے انتظام کو تو سوچتے ہیں مگر اس روح انتظام یعنی خوفِ خُدا اور خوفِ حسابِ آخرت اس سے غفلت برتتے ہیں۔ خوب سمجھ لو اصلاح جرائم کے لیے صرف نیت اصلاح کافی نہیں بلکہ نیت اصلاح کے ساتھ ساتھ ہر عملِ اصلاح کا رُخ شریعت کے مطابق صحیح ہونا ضروری ہے۔ بعض اوقات کوئی عملِ اصلاح کا رُخ شریعت مقدسہ کا بتلایا ہوا نہیں ہوتا لہٰذا اس عملِ اصلاح سے اصلاح نہیں فتنہ و فساد مرتب ہوتا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۱ ص۱۳۰)

تقویٰ کی تعریف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے! حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امیرالمؤمنین! کبھی آپ کا ایسے راستے پر گذر ہوا ہوگا جو کانٹوں سے پُر ہو. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کئی بار ہوا ہے! حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسے موقع پر آپ نے کیا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دامن سمیٹ لیے اور نہایت احتیاط سے چلا! حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس تقویٰ اسی کا نام ہے یہ دُنیا ایک خارستان ہے گناہوں کے کانٹوں سے بھری پڑی ہے اس لیے دنیا میں اس طرح چلنا اور زندگی گذارنا چاہیے کہ دامن گناہوں کے کانٹوں سے نہ اُلجھے اسی کا نام تقویٰ ہے جو سب سے قیمتی سرمایہ ہے. حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے.

يَقُولُ الْمَرْءُ فَائِدَتِيْ وَ مَالِيْ
وَ تَقْوَى اللهِ اَفْضَلُ مَا اسْتَفَادَا

یعنی لوگ اپنے دنیوی فائدے اور مال کے پیچھے پڑے رہتے ہیں حالانکہ تقویٰ سب سے بہتر سرمایہ ہے۔ (معارف القرآن ص۲۲۱، و ص۲۲۲ جلد سوم)

حُسن خاتمہ کیلئے حسنِ عمل ضروری ہے

سو تم ہرگز نہ مَرنا مگر مُسلمان .

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی اور ان سے عہد لیا وہ یہ تھا کہ اسلام کے سوا اور کسی حالت اور کسی ملّت پر نہ مرنا، مُراد اس کی یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اسلام اور اسلامی تعلیمات پر پختگی سے عمل کرتے رہو

تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارا خاتمہ بھی اسلام ہی پر فرما دے. جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ تم اپنی زندگی میں جس حالت کے پابند رہو گے اسی حالت پر تمہاری موت بھی ہوگی، اور اسی حالت میں محشر میں قائم ہو گے اللہ جل شانہ کی عادت یہی ہے کہ جو بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے اور اس کے لیے اپنے مقدور کے مطابق کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی توفیق دے دیتے ہیں اور یہ کام اس کے لیے آسان کر دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو آدمی نیک کام میں مشغول رہے اس کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور عادت کی بناء پر یہی امید رکھنا چاہیے کہ اس کا خاتمہ بھی نیکی پہ ہوگا.

(معارف القرآن صفحہ ۳۴۷ جلد اول)

اور نہ کسی قوم کی مادی اکثریت اُن پہ اثر انداز ہو سکتی تھی نہ کوئی بڑی سے بڑی دولت و سلطنت ان کے قلوب کو خلاف حق اپنی طرف جھکا سکتی تھی ایک پیغمبر کھڑا ہو کر ساری دنیا کو للکار کر کہہ دیتا تھا کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے.

ثم کیدون فلا تنظرون .

انبیاء کے بعد صحابہ و تابعین جو تھوڑی مدت میں دنیا پر چھا گئے ان کی طاقت و قوت اسی حقیقی توحید میں مضمر تھی. اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو یہ دولت نصیب فرمائے۔ (معارف القرآن جلد ۴ ص۱۳۹)

بدنگاہی کے نقصانات

فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نامحرم کو دیکھنے کا زیادہ تقاضا قلب میں ہو اس کو ہم ایک دفعہ جی بھر کر دیکھ لیں تو تسکین ہو جائے گی، یہ محض غلط ہے وہ تسکین عارضی ہے. اس دیکھنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ دل کی گہرائی میں اُتر جاتا ہے. اس لیے محسوس نہیں ہوتا اور تسکین کا جو شبہ ہوتا ہے تو قصداً اس کا تصور کر کے

مزہ لینا زہرِ قاتل، رہزنِ دین ہے۔

حدیث شریف میں ہے، اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

توبہ کا کمال

فرمایا کہ اگر ساری زمین گناہوں سے بھر جاوے تو توبہ سب کو مٹا دیتی ہے۔ دیکھئے بارُود ذرا سی ہوتی ہے مگر بڑے بڑے پہاڑوں کو اڑا دیتی ہے۔

صحبتِ اولیاء

فرمایا جو شخص بخشش کا طالب ہو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھے۔ تمہارے اعمال میں ان کی صحبت سے برکت ہوگی۔ اہل اللہ کے دل روشن ہیں۔ پاس رہنے سے دل میں نُور آتا ہے۔ جب نُور آتا ہے ظلمت و تاریکی بھاگ جاتی ہے، شبہ جاتا رہتا ہے۔ ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے۔

اتباعِ سنّت سے محبوبیت کا راز

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے۔) (کمالاتِ اشرفیہ)

ایک اہم تعزیتی مضمون

احادیث میں جو تفصیلی حکمتیں مصائب و حوادث کی مذکور ہیں نیز ان پر

اجر و ثواب بتلایا گیا ہے اگر ان کو پیشِ نظر رکھیں تو انشاء اللہ غم بہت ہی کم ہو جائے گا اور غم کے ساتھ خوشی کا پہلو سامنے ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بچے مرگئے ہوں وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائیں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دو بچے مرے ہوں؟ فرمایا کہ وہ بھی! کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا ایک ہی بچہ مرا ہو؟ فرمایا کہ وہ بھی! کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا کوئی بچہ نہ مرا ہو؟ فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے لیے آگے جا کر سامان کرنے والا ہوں میری موت سے بڑھ کر میری اُمت کے لیے اور کونسا صدمہ ہوگا!

ہمارا دل تو یہی چاہتا ہے کہ بچے بڑے ہوں اور زندہ رہیں لیکن ہمیں یہ کیا خبر کہ یہ بڑے ہو کر کیسے ہوں گے؟ والدین کے لیے باعثِ راحت ہوں گے یا وبالِ جان بنیں گے؟ پھر جب بڑے ہو کر مریں تو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ والدین کو آخرت میں کچھ کام آئیں گے یا خود ہی سہارے کے محتاج ہوں گے۔ لیکن بچپن میں مرنے والے بچے آخرت میں والدین کے لیے بہت ہی زیادہ کارآمد ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بچہ جنّت کے دروازے کے پاس جا کر کھڑا ہو جائے گا۔ اس سے کہا جائے گا کہ اندر جا۔ وہ کہے گا کہ نہیں جاؤں گا۔ پوچھا جائے گا کہ کیوں نہیں جاتا؟ تو وہ کہے گا کہ جب تک ہمارے ماں باپ ہمارے ساتھ نہ ہوں اس وقت تک میں جنّت میں نہ جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے اپنے پروردگار سے ضد کرنے والے بچے اپنے ماں و باپ کو بھی جنّت میں لیجا اس وقت یہ خوش خوش اپنے ماں باپ کے ساتھ جنّت میں جائے گا، بہرحال جس کو اللہ تعالیٰ اولاد دیں اس کے لیے بڑی نعمت اور جس کو نہ دیں اس کے لیے بھی ایک طرح سے ٹھیک اور جس کو دیں اور دیکر چھین لیں اس کے لیے یہی مصلحت ہے۔

لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلِلّٰهِ مَا اَعْطٰى

مکتوب حضرت مفتی محمد سعید صاحب مدظلہ

استخارہ کی حقیقت

ایک نئی تحقیق جو دلائل صحیحہ سے حاصل ہوئی ہے یہ ہے کہ استخارہ کا مقصود کسی داعیہ یا مشورہ کا انکشاف نہیں جس کے بعد کسی جانب رجحان کا انتظار کیا جاوے بلکہ طلب خیر کے بعد کیفما اتفق یا کسی مصلحت کے تابع ہوکر جس شق کو بھی اختیار کر لیا جاوے اس میں برکت ہوگی۔ (النور ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ ص ۲۳)

استخارہ رفع تردد کے لیے نہیں جیسا کہ مشہور ہے بلکہ مقصود میں خیر و برکت کے لیے ہے وہ ہر حال اور ہر درجہ میں مشروع ہے اور جس امر میں کوئی تردد نہ ہو اس میں بھی استخارہ کر لینا اولیٰ ہے۔ حدیث شریف میں اذا ھمّ احدکم وارد ہے شکّ یا تردّد نہیں ھم کا درجہ نہایت عام ہے۔ (النور رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ ص ۱۳)

ارشاد فرمایا کہ دعائے استخارہ پڑھنے کا مطلب اللہ تعالیٰ سے دعائے خیر کرنا ہے اور دعائے خیر کرنے کے بعد جو بھی ہو اس پہ ندامت نہیں ہوتی۔ باقی اس کا مطلب اللہ تعالیٰ سے مشورہ کرنا نہیں ہے کیونکہ مشورہ تو دوستوں سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے تو دعا ہوتی ہے اور دعائے استخارہ پڑھنا سنّت ہے اس کو پڑھنے کے بعد سات دن کے اندر اندر ایک طرف رُجحان پیدا ہو جاتا ہے بس اسی میں خیر تصور کرے باقی خواب کوئی حجت نہیں بلکہ یہ آپ کا رجحان بھی کوئی حجت نہیں کہ ایسا کرنا ضروری ہوگیا اگر ظاہر میں خرابی معلوم ہو رہی ہو تو استخارہ کے رُجحان کو ترک کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا میں تو ایک چھوٹا سا استخارہ پڑھ لیتا ہوں نماز کے بعد یا سوتے وقت اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے وہ یہ ہے اللھم خرلی واخترلی ولا تکلنی الی اختیاری۔ یہ گیارہ مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

(البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۹۶۳)

دافع الغم

میں اکثر ایک مراقبہ بیان کیا کرتا ہوں جس میں تمام غموں اور کلفتوں اور پریشانیوں کا علاج ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر یہ مستحضر ہو جائے کہ حق تعالیٰ مجھ کو چاہتے ہیں (اور یہ واقعہ بھی ہے کہ وہ ہر مومن سے محبت کرتے ہیں۔ واللہ ولی المؤمنین نص ہے) تو تمام غموں کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کو کوئی کر کے دیکھے معلوم ہوگا کہ تمام غم اور حزن ہباءً منثوراً ہو گئے یا نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے اور دیکھ لیجئے کہ بچہ کو یہ اعتماد ہوتا ہے کہ ماں کو مجھ سے محبت ہے مجھ کو چاہتی ہے پھر ماں بہت سے باتیں ناگوار بھی کرتی ہے مار پیٹ تک کر لیتی ہے لیکن ان ناگوار باتوں کے ہوتے ہوئے بھی بچہ کو اطمینان ہوتا ہے۔ اور ماں کی محبت کی ایک خاص شان ہوتی ہے کہ وہ اس کی پرواہ نہیں کرتی کہ بچہ کو میری قدر بھی ہوگی یا نہیں برابر بچہ کو نفع پہونچاتی رہتی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ بندہ کو نفع پہونچاتے رہتے ہیں ان کو بھی اس کی پرواہ نہیں کہ بندہ قدر کرے گا یا نہیں بس ایسی محبت کا مراقبہ کیا کرے یہ میں ساری عمر کا تجربہ بیان کر رہا ہوں۔ جس قدر نفع اس مراقبہ سے ہو سکتا ہے غالباً اور کسی مراقبہ سے نہیں ہو سکتا۔ اس میں سارے غموں کا ازالہ ہے کوئی غم ہو، پریشانی یا رنج ہو سب کا علاج اس مراقبہ میں ہے۔ عجیب و غریب مراقبہ ہے لیکن کر کے دیکھنے کا ہے بدون کئے کوئی کام نہیں ہوا کرتا۔

(الافاضات الیومیہ ملفوظ نمبر ۴۳۴ جلد ۸ ص ۳۴۲)

پریشانی کی طرف التفات کرنا سبب زیادہ پریشانی کا ہوتا ہے جب پریشانی ہو جائے، بجائے اس کی طرف متوجہ ہونے کے حق تعالیٰ کی طرف یہ خیال کر کے متوجہ ہوں کہ وہ سب امور میں ہم کو کافی ہے اور اسی سے تعلق بڑھانا سب بلیات کا دافع ہے۔ بس اس طریق سے آناً فاناً اس پریشانی کا

اثر گھٹتا جاوے گا حتیٰ کہ بالکل نابود ہو جاوے گی۔ کر کے دیکھئے آرام لیجئے۔

(تربیت السالک جز دوم ص ۵۴۲)

حقائق حکیم الاُمّت رح

نیت: ۔ دل کا ایسی چیز کی طرف اُبھرنا جس کو اپنی غرض و نفع کے موافق سمجھتا ہو۔

خشوع: ۔ کسی نیک عمل میں بطور مقصودیت کوئی غیر اللہ کا خیال قلب میں حاضر نہ ہونا اور قلب کا التفات بطور تخیل بھی کسی جانب نہ ہونا۔

اخلاص: ۔ اپنی طرف سے صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی اور رضامندی یا اپنی نفسانی خواہش کی آمیزش نہ ہونے دینا۔

ریا: ۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جائے۔

نفس: ۔ انسان کے اندر ایک قوت ہے جو اس سے کسی چیز کی خواہش کرتا ہے خواہ وہ خواہش خیر ہو یا شر۔

شہوت: ۔ خلاف شریعت اُمور پسند کرنا۔

مجاہدہ: ۔ مخالفت نفس امارہ ولوآمہ۔

شانِ فاروقی

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے ایک ملازم نیاز صاحب تھے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت حکیم الامت رح کی خدمت میں ان کی شکایت کی کہ انھوں نے بلاوجہ کچھ لوگوں سے تلخ کلامی کی ہے تھوڑی ہی دیر میں نیاز صاحب آ گئے تو حضرت حکیم الامت رح نے ان سے قدرے تلخ لہجے میں فرمایا کیوں نیاز میاں تم ہر وقت لوگوں سے کیوں لڑتے پھرتے ہو؟

اس کے جواب میں نیاز صاحب کے منہ سے نکل گیا۔ حضرت! اللہ سے ڈرو جھوٹ نہ بولو۔

اندازہ لگائیے کہ اگر آج کسی بڑے سے بڑے بااخلاق شخص یا عالم کے سامنے اس کا کوئی ملازم یہ جملہ کہے تو اس کا غصہ کس انتہا پر پہنچے گا لیکن حضرت حکیم الامت رح تھے کہ اپنے ملازم کی زبان سے "اللہ سے ڈرو" کا جملہ سنتے ہی سارا غصہ کافور ہو گیا اور فوراً گردن جھکا کر استغفر اللہ استغفر اللہ کہتے ہوئے دوسری طرف تشریف لے گئے۔ درحقیقت عین غصہ کی حالت میں ملازم سے یہ جملہ سن کر حضرت حکیم الامت رح کو تنبہ ہوا کہ میں نے صرف ایک طرف کی سن کر ملازم کو ڈانٹنا شروع کر دیا حالانکہ پہلے اس کی بات بھی سننی چاہیے تھی اس تنبہ کے ساتھ ہی حضرت حکیم الامت رح کا طرز عمل بدل گیا۔

کسی صاحب نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا ہے:

كان وقافاً عند حدود الله

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کے آگے رُک جانے والے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس صفت کا جتنا مظاہرہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے معاملات زندگی میں دیکھا اتنا کہیں دیکھنے میں نہیں آیا اور کیوں نہ ہوتا حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نسبی اور معنوی دونوں اعتبار سے وارث تھے۔ (ماخوذ از البلاغ کراچی کا مفتی اعظم نمبر ص ۴۹۷)

قرآن کریم

قرآن کریم اس جہاں میں وہ نعمت بے بہا ہے کہ سارا جہاں آسمان و زمین اور ان میں پیدا ہونے والی مخلوقات اس کا بدل نہیں بن سکتی اور یہی تمام بنی آدم اور

نوع انسان کو برائیوں کی اندھیریوں سے نکالنے اور روشنی میں لانے کا واحد ذریعہ اور انسان و انسانیت کو دنیا و آخرت کی بربادی اور ہلاکت سے نجات دلانے کا واحد راستہ ہے۔ جتنا جتنا لوگ اس کے قریب آئیں گے اسی انداز سے ان کو دنیا میں بھی امن و امان اور عافیت اور اطمینان نصیب ہوگا اور آخرت میں بھی فلاح و کامیابی حاصل ہوگی اور جتنا اس سے دور ہوں گے اتنا ہی دونوں جہان کی خرابیوں بربادیوں مصیبتوں اور پریشانیوں کے غار میں گرینگے۔

قرآن کریم کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے رب کے ساتھ قوی ہو اور اس کے نتیجہ میں مادی تعلقات اعتدال پر آجائیں کہ وہ دین کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں، دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر پیدا ہو اور انسان اپنے ہر قول و فعل پر یہ سوچنے کا عادی ہو جائے کہ اس میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف تو نہیں اس چیز کو قرآن کریم نے اتنا آسان کردیا کہ معمولی لکھا پڑھا آدمی خود دیکھ کر اور بالکل ان پڑھ جاہل سن کر بھی یہ فائدہ حاصل کرسکتا ہے قرآن کریم نے خود اس کا اعلان فرما دیا ہے "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ" یعنی اور ہم نے قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

قرآن کریم ایک ایسا ہدایت نامہ ہے جس کے معانی سمجھ کر اس پر عمل کرنا تو اصل مقصد ہی ہے اور اس کا انسانی زندگی کی اصلاح میں موثر ہونا بھی واضح ہے لیکن اس کے ساتھ قرآن کریم کی ایک مزید خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تلاوت اور بغیر سمجھے ہوئے اس کے الفاظ کا پڑھنا بھی بالخاصہ غیر شعوری طور پر انسان کے نفس پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کو برائیوں سے بچنے میں مدد دیتا ہے۔ کم از کم کفر و شرک کے کیسے ہی خوبصورت جال ہوں قرآن کریم پڑھنے والا اگرچہ بے سمجھے ہی پڑھتا ہو ان کے دام میں نہیں آسکتا۔

قرآن کریم قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے بشرطیکہ قرآن کریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان و تشریح کی روشنی میں دیکھا اور پڑھا جائے اور اس میں پورے تدبر سے کام لیا جائے البتہ تدبر اور تفکر کے درجات علم و فہم کے درجات کی طرح مختلف ہوں گے ائمہ مجتہدین کا تفکر ایک ایک آیت سے ہزاروں مسائل نکال لے گا عام علماء کا تفکر ان مسائل کے سمجھنے تک پہنچے گا۔ عوام اگر قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر اپنی زبان میں پڑھ کر تدبر کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگا جو کلید کامیابی ہے البتہ عوام کے لیے غلط فہمی اور مغالطوں سے بچنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ کسی عالم سے قرآن کریم کو سبقاً سبقاً پڑھیں۔ یہ نہ ہو سکے تو مستند و معتبر تفسیر کا مطالعہ کریں اور جہاں کوئی شبہ پیش آئے اپنی رائے سے فیصلہ نہ کریں اور ماہر علماء سے رجوع کریں (احقر مرتب عرض کرتا ہے آج کل عوام کے لیے بے حد مفید تفسیر معارف القرآن مفتی اعظم پاکستان کی تفسیر ہے)

آیات قرآنیہ کی تلاوت اور انھیں غور و فکر اور مقتضیٰ پر عمل کرنے سے ایمان میں ترقی اور زیادتی پیدا ہوتی ہے یہ زیادتی نور ایمان اور حلاوت ایمان کی ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آسان نظر آنے لگتی ہے۔ عبادت میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے گناہوں سے طبعی نفرت پیدا ہوجاتی ہے اور ان سے کلفت محسوس ہونے لگتی ہے۔

انسان کی سب سے بڑی سعادت اور خوش نصیبی اپنی مقدور بھر قرآن کریم میں اشتغال اور اس کو حاصل کرنا ہے۔ اور سب سے بڑی شقاوت و بدنصیبی اس سے اعراض اور اسے چھوڑنا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو اس کی فکر تو فرض عین اور ضروری ہے کہ قرآن کریم کو صحت لفظی کے ساتھ پڑھے اور اولاد کو پڑھانے کی کوشش

کرے اور پھر جس قدر ممکن ہو اس کے معانی اور احکام کو سمجھے اور ان پر عمل کرنے کی فکر میں لگا رہے اور اس کو اپنی عمر کا وظیفہ بنائے کیوں کہ مومن کا مقصد قرآن کریم ختم کرنا نہیں بلکہ قرآن کریم میں اپنی عمر اور توانائی ختم کرنا ہے لہٰذا اپنے حوصلے اور ہمت کے مطابق اس کا جو حصہ بھی نصیب ہو جائے اس کو اس جہان کی سب سے بڑی نعمت سمجھے۔

اور جو شخص قرآن کریم سے اعراض (روگردانی) کرے گا قیامت کے روز اس کے اوپر گناہوں کا بڑا بوجھ لدا ہوگا۔ قرآن کریم سے اعراض کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس کی تلاوت کی طرف کوئی دھیان ہی نہ کرے نہ کبھی قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے کی فکر کرے یا قرآن کریم کو پڑھے مگر غلط سلط پڑھے تصحیح حروف کی فکر نہ کرے یا صحیح بھی پڑھے مگر بے دلی اور بے پروائی سے پڑھے یا کسی دنیوی مال و عزت کی خواہش سے پڑھے اسی طرح قرآن کریم کے احکام کو سمجھنے کی طرف توجہ نہ دینا بھی قرآن سے اعراض ہے اور سمجھنے کے بعد ان پر عمل کرنے میں کوتاہی یا اس کے احکام کی خلاف ورزی یہ تو اعراض کا انتہائی درجہ ہے۔

(ماخوذ از تفسیر معارف القرآن جلد اول، دوم، چہارم، پنجم، ششم)

بزرگوں سے حاصل کرنے کی چیز

ایک صاحب نے عرض کیا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کچھ اعمال مامور بہا ہیں ظاہرہ بھی باطنی بھی نیز کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہو جاتی ہیں مشائخ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانت طریق کے لیے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔ اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔ (النور جمادی الاول ۱۳۵۰ھ صفحہ ۶)

دین پر ثبات کی اہم دُعا

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی دل ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو وہ جب تک چاہتے ہیں اس کو حق پر قائم رکھتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کو حق سے پھیر دیتے ہیں۔

وہ قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اس لیے جن لوگوں کو دین پر قائم رہنے کی فکر ہوتی ہے وہ ہمیشہ استقامت کی دُعا مانگا کرتے تھے چنانچہ ایک حدیث میں ہے "یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِكَ" یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ

(معارف القرآن صفحہ ۲۳ جلد دوم)

مقصدِ حیات

آدمی دنیا میں ذخیرۂ آخرت جمع کرنے کے لیے آیا ہے پس اصل کام اس کا شغل دینی ہے لیکن بضرورت اسی شغل دینی کی اعانت و تقویت کے لیے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی ہے بشرط اعتدال و اباحت پس اسی قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرہ سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے اور اسی قاعدہ کی معرفت کے لیے کتب و رسائل دینیہ کا پڑھنا سننا اور علماء کی صحبت لازم سمجھے۔ (بوادر النوادر صفحہ ۸۲۱)

آدابِ تکبیر

منکرات پر نکیر کے سلسلہ میں ایک بات یہ ہے کہ اگر وہ منکر کوئی اجتہادی مسئلہ ہے تو اس پر نکیر کرنا خود ایک منکر ہے۔ اور اگر قطعی مسئلہ ہے تو پھر اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نکیر باللسان میں فتنہ کا اندیشہ ہے تو نکیر فی القلب کافی ہے۔ اور اگر فتنہ کا ڈر نہیں ہے تو لطف و رفق اور اخفاء کے ساتھ مطلع کر دینا کافی ہے۔ (النور ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ صـ۳۰)

اُم العلاج

پریشانیوں میں دو چیزوں کا التزام کر لیا جاوے۔ دُعا زوالِ مصیبت کی اور استغفار، اور ثمرات کو آخرت میں سمجھا جاوے۔ بس یہ علاج ام العلاج ہے۔ جس میں علاج ہی مقصود ہے صحت مقصود نہیں۔ (نوادر النوادر صـ۵۵۴)

مشورہ کی حقیقت

رائے اور مشورہ کی حقیقت تو صرف یہ ہے کہ دوسرے کو اس امر کے متعلق رائے قائم کرنے میں اعانت اور سہولت ہو جائے۔ باقی رائے اس کو خود ہی قائم کرنی چاہیئے۔

تلاوت قرآن کی اہمیت

"تلاوت قرآن پاک اور کثرت نوافل سب سے افضل عبادت ہے اور یہ مقاصد ہیں ان ہی دو چیزوں کی صلاحیت کے لیے طریق میں ذکر و شغل کی تعلیم ہوتی ہے اور وہ سب مقدمات ہیں۔ (الافاضات الیومیہ جلد سوم صـ۱۹۳)

آدمی کے تمام افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں پس کلام اور چلنا پھرنا جو کچھ یہ کرتا ہے خالق ان افعال کے اللہ تعالیٰ ہیں اور کاسب بندہ ہے پس جس وقت یہ قرآن پاک پڑھے گا تو گویا اللہ تعالیٰ کلام فرما رہے اور اس کا ظہور اس کی زبان سے ہو رہا ہے جیسے شجر موسیٰ علیہ السلام سے کلام اللہ کا ظہور ہوا تھا۔ جب کلام اللہ پڑھے تو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ پڑھ رہے ہیں اور میرے بدن سے مثل باجہ کے آواز نکل رہی ہے اپنی آواز کی طرف توجہ اس حیثیت سے کرے کہ یہ مظہر ہے کلام قدیم باری تعالیٰ کا اور جس قدر ہو سکے اس تصور کو بڑھائے پھر دیکھیے قرآن شریف میں کیا لطف آتا ہے چنانچہ جس جس نے اس پر عمل کیا بہت کامیابی ہوئی (وعظ التہذیب ملا صـ۲۸)

تلاوتِ قرآن کے آداب

آدابِ تلاوت تو بہت ہیں مگر میں ایک ادب بیان کرتا ہوں جس میں سب آ جائیں گے وہ یہ ہے کہ یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش فرمائی ہے کہ تم پڑھو اور ہم سنتے ہیں تو جس طرح کسی کو سنانے کے وقت خاص اہتمام سے سنوار سنوار کر پڑھتے ہیں ویسا پڑھنا چاہیئے تلاوت قرآن عزیز کا یہ ادب مجھ کو بہت عرصہ بعد معلوم ہوا پھر اس پر شبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح سنوار کر پڑھنے سے جلد تلاوت نہ ہو سکے گی تو تلاوت کی مقدار کم ہو گی اس کا جواب یہ ہے کہ پڑھنے والا یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یوں فرمایا ہے کہ جلد پڑھو بدون ترتیل کے خواہ ترتیلاً خواہ حدراً (ترتیل کے معنی ہیں خوب ٹھہر ٹھہر کے پڑھنا) (مآثر حکیم الامت صـ۲۳۰)

"تلاوت قرآن پاک کے وقت جو پڑھو خیال کرتے جاؤ کہ زبان سے یہ نکل رہا ہے (تربیت السالک صـ۳۷۴)

معانی قرآن شریف کی طرح الفاظ قرآن شریف بھی مقصود ہیں توجہ الی الالفاظ بھی تدبر کی ایک قسم ہے۔

بہار عالم حسنش دل وجان تازہ میدارد
برنگ، اصحاب صورت را ببوارباب معنی را

عام محبوبوں کے الفاظ میں حظ ہوتا ہے اگرچہ معنی نہ ہوں تو حق تعالیٰ کی محبوبیت کا درجہ تو بہت عالی ہے (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ ص ۲۹)

تلاوت قرآن کے وقت اس مضمون کا استحضار کیجئے

یا اللہ یہ آپ کا کلام ہے۔ ہماری استعداد ناقص ہے۔ یا اللہ اس کلام کی برکت سے اس کلام کے انوار وتجلیات سے ہمارے ایمان کو منور فرما اور ہمیں اپنی رضائے کاملہ کا مورد بنا۔

عاشقانہ ایمان

صحابہ کرامؓ کا ایمان عاشقانہ تھا فلسفیانہ تھا۔
عاشقانہ ایمان کیسے حاصل ہو؟ یہ تو اختیاری ہی نہیں۔
فوراً فرمایا۔ یہ آپ نے کیا جبریوں کی سی بات کہی۔ اللہ تعالیٰ سے اگر مانگے اور اعمال اسی نیت سے کرے تو اللہ تعالیٰ عطا فرما ہی دیتے ہیں۔ وہ تو بڑے دینے والے ہیں۔ ہم لوگوں میں بڑی کمی ہے کہ اعمال کو خالی الذہن ہو کر کرتے ہیں حالانکہ نماز، روزہ، ذکر، تلاوت وغیرہ جتنے بھی اعمال ہیں وہ سب مکمل ایمان ہیں۔ ان کو تکمیل ایمان ہی کی نیت سے کرنا چاہیئے۔ اور اگر اعمال کو اس نیت اور اس تصور سے کیا جائے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے بذریعہ ان اعمال کے ایمانِ کامل بزبانِ حال مانگ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایمانِ کامل عطا فرما ہی دیتے ہیں۔
(اشرف السوانح حصہ سوم ص ۷۷، ۷۸)

باسمہٖ تعالیٰ

باب چہارم

تالیفات

* بصائر محمود
* اکسیر الاتحاد فی رویۃ الہلال
* شب قدر
* اسباب فلاح
* اسباب ترقی
* معین المعلمین
* مسئلہ تقدیر

فِیہَا کُتُبٌ قَیِّمَہ

باسمہ تعالیٰ

بصائر محمودؒ

یعنی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ کے
ملفوظات وارشادات کا حسین گلدستہ

مرتب :-

حضرت مولوی سید شاہ قادر معظم صاحب شہیدؒ

: ناشر :
ابرار بکڈپو متصل مسجد اکبری اکبر باغ حیدرآباد

اِس رسالہ میں !

حضرت شاہ صاحبؒ کے مرتب کردہ اِن مضامین کو ارشادات کے نام سے جمع کر دیا گیا ہے جو حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے ان کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمائے تھے۔ اکثر مضامین حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ ہی کے ہیں۔ شروع میں چند ملفوظات حضرت مصلح الامۃؒ کے برکۃً بڑھا دیئے گئے ہیں جو حضرت شاہ صاحب ہی کو تحریر فرمائے گئے تھے۔

از مرتب

نقل مکتوب گرامی حضرت مصلح الامۃ شاہ وصی اللہؒ

[اس سوال پر کہ آیا حکیم الامۃؒ کو تبلیغی جماعت سے اتفاق تھا یا اختلاف؟ حضرتؒ نے تحریر فرمایا]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایسے استفسارات پہلے بھی یہاں آئے ہیں ان کا جواب دیا گیا اب آپ نے بھی یہی سوال کیا ہے آپ جیسے حضرات سے یہ امر تعجب خیز ہے۔ یہ تبلیغ آج سے نہیں ہے ایک زمانہ دراز اس پر گزر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے۔ جب علماء اس میں شریک ہیں اور ظاہر ہے کہ انھوں نے اس کی ضرورت کو اور اس کی شرعی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس کام کو عمل میں لایا ہوگا بلکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ولائح ہے۔ اس کے بعد اب سوال کی وہ بھی ہم جیسے لوگوں سے کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ کام مقصود ہے اور اس کو شرعی طریقے سے کرنا ہے اور علماء دونوں باتوں کو جانتے ہیں پھر ان یعنی اکابر تبلیغ کی تقلید کو جو ضروری سمجھ رہا ہے اس پر ان کی تقلید ضروری ہے۔ جو کام کرتا ہے وہ اس کی اہمیت کو عمل سے پہلے شرعی نقطۂ نظر سے اس کو سمجھ لیتا ہے لیکن یہ دونوں پہلو پیش نظر رہیں پھر سوال کی حاجت نہیں رہتی۔ سوال عمل سے پہلے ہوتا ہے اور اب سوال سے کیا فائدہ؟ اب تبلیغ عروج پر ہے وہ روز بروز بڑھتی ہی رہیگی جو اس کے موافق ہو خلوص سے اس کو عمل میں لائے سوال سے تردد کا پتہ چلتا ہے کہ ابھی عمل کے جواز ہی میں تردد ہے ایا سب کو اس میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ بہت سے کام ہیں اور وہ سب ضروری ہیں سب کو کرنا ہے۔ ایک جماعت اس (تبلیغ) کیلئے بھی ہونا ضروری ہے اور بس! اور حدودِ شرع کا پاس ولحاظ ہر جماعت کیلئے ضروری ہے۔

والسلام!

اِرشاداتِ عالیہ

حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ

۱: احقر نے لکھا کہ زبان موقع بے موقع چل جاتی ہے، جس کی وجہ سے کبھی خود کو کبھی مخاطب کو کلفت ہوتی ہے۔

جواب تحریر فرمایا: اور بعد میں ندامت بھی ہوتی ہوگی ع

حپراکارے کنند عاقل کہ باز آید پشیمانی

زبان کو اپنے اختیار سے روکو

۲: ایک تحریر کے جواب میں ارشاد فرمایا: طالب جاہ طالب خدا نہیں ہے طالب کے لیے یہ تو ڈوب مرنے کی بات ہے۔ اسی طرح جو طاعت مخلوق کے لیے کی جائے تو قیامت میں حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان ہی سے اس کا اجر بھی لو

۳: صحبت مشائخ کے بدل کے سلسلہ سے تحریر فرمایا:
مشائخ کے ملفوظات اور تصانیف فی الجملہ اس کا بدل ہیں۔

۴: رذائل سے نجات ملنے کا طریقہ دریافت کیا گیا، اس پر ارشاد تحریر فرمایا: رذائل کو دل سے بُرا جاننا اور ان پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کا پیش نظر رکھنا باقی یہ کہ ان سے اثر لینے کی استعداد بھی قلب میں پیدا ہو جائے تو اس کے لیے حق تعالیٰ سے الحاح کے ساتھ آہ وزاری اور شیخ کامل کی صحبت ہی ظاہری اسباب ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ کا فضل محتاج اسباب نہیں۔

نفاق کے سلسلہ میں وصیۃ الاحسان کے مطالعہ کرنے کو تحریر فرمایا:

۵: اللہ تعالیٰ کی محبت اور صحیح تعلق کے سلسلہ میں تحریر فرمایا کہ آپ تو اتباع شر یعت

کر رہے ہیں، یہی طریقہ ہے اور اذکار وغیرہ چاہتے ہوں تو اذکار بھی شروع کر دیجئے قصد السبیل سے اپنے مناسب اذکار معمول کر لیجئے اور برابر اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

۶: ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اذکار و وظائف کے سلسلہ میں تلاوت قرآن شریف پر زیادہ زور دیا کرتا ہوں اس کی جانب آپ بھی توجہ کیجئے۔ اور اصلاح کے سلسلہ میں اصل چیز اخلاق کی اصلاح ہے مگر دیکھتا ہوں کہ لوگ بزرگوں کے یہاں آنا جانا چاہتے ہیں ان سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں لیکن اخلاق وغیرہ کو جانتے تک نہیں ہیں۔ اور اس میں ہاتھ ہی نہیں لگانا چاہتے اس لیے باوجود اس طریق میں رہنے کے کوئی ترقی نہیں کرتے۔ رسالہ معرفتِ حق کا تلاوت قرآن نمبر مل جائے تو اس کا مطالعہ کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو نفع ہوگا۔

۷: بُعد مکانی اور اسباب نہ ہونے کی وجہ سے صحبت شیخ پر قادر نہیں تو مکاتبت بھی بشرط خلوص و بشرط طلب مفید ہے۔

۸: ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اخلاق سے مراد باطنی اخلاق ہیں بعض فضائل ہوتے ہیں بعض رذائل۔ انھیں رذائل کی اصلاح کی جاتی ہے۔ جیسے کبر، حسد، ریا، نفاق، عجب، غصہ وغیرہ۔ اس کے لیے قصد السبیل اور تعلیم الدین کا مطالعہ کیجئے اور اپنے اندر جو رذائل معلوم ہوں ایک ایک کرکے ان کی اصلاح کیجئے اور اصلاح کا کلی علاج اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے اوپر غالب کرے۔ اس سلسلہ میں "تلاوت" کی جانب توجہ کیجئے۔

۹: قصد السبیل اور تعلیم الدین کے مطالعہ کر لینے کی اطلاع کے جواب میں فرمایا: آپ نے ان کتابوں کا مطالعہ کر لیا بس ٹھیک ہے۔ مرض سمجھ میں نہیں

آیا نہ یہی نفس اور امراضِ نفس کا سمجھ میں آنا مشکل چیز ہے۔ منتہی بھی اس کے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں مبتدی بیچارہ کیا سمجھے گا لہٰذا اتنا تو سمجھ ہی لینا چاہیے کہ انسان کے اندر نفس ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے رذائل اس میں پیدا ہو جاتے ہیں ان کی اصلاح سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ اس وقت آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

رسالہ معرفتِ حق کا مطالعہ ضرور کریں اور اس میں جو باتیں ہوتی ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی بھی کوشش کیجیے مثلاً تلاوت قرآن سے متعلق زبردست مضمون ہے اس کو بار بار پڑھیے اور اپنے قلب کو اس سے متاثر کیجیے اور چیزیں بھی کام کام کی اس میں آپ کو ملیں گی۔

۱۰: ایک تحریر کے جواب میں فرمایا طاعت کے کام اور نیکیاں تو سمجھ میں آتی ہیں ان پر عمل کیجیے اور ظاہری معاصی سے اجتناب رکھیے اسی سے اللہ تعالیٰ باطنی عیوب کو بھی منکشف فرمادیں گے۔ بس زیادہ درپے اس کے نہیں ہونا چاہیئے۔

۱۱: اعمال کرنا چاہیئے حال عمل کے تابع اور اس کا نتیجہ ہوتا ہے اور بدون عمل کے کبھی حال کا طالب بوالہوس ہے طالب خدا نہیں ہے۔

۱۲: ایک تحریر کے جواب میں ارشاد فرمایا، اس میں شک نہیں کہ "دوام ذکر" طریق کے مقاصدِ ثلثہ میں سے ایک مقصد ہے بقیہ دو یہ ہیں اخلاءِ خواطر اور معالجہ اخلاق۔ اور ذکر قلبی کا طریق ذکر لسانی ہے مع شرکت القلب اسی کی کثرت سے ذکر قلب میں اتر جاتا ہے لیکن یہ مقام مدت طلب ہے اپنے حالات۔ قویٰ اور صحت وغیرہ کا لحاظ ضروری ہوگا ورنہ بجائے ذاکر ہونے کے قلب و دماغ ہی ماؤف ہو جائیں گے اس لیے شیخ کی رائے کے بغیر کوئی کام نہیں شروع کرنا چاہیئے۔

۱۳: ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا: خواطر کہتے ہیں وساوس کو مطلب یہ ہے کہ وساوس کا معاملہ اہم ہے۔ سالک کو اس کو سمجھنا ہوگا۔ اور اس کا حکم معلوم کرنا ہوگا تاکہ نہ تو یہ اس کے لیے طریق سے مانع ہوں اور نہ یہ ہو کہ باختیار ان کو روک کر خرابی میں پڑ جائے۔ اور سمجھتا رہے کہ یہ غیر اختیاری ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ خواطر کا معاملہ بڑا مہتم بالشان ہے کہ شقاوت و سعادت کا سارا مدار انھیں پر ہے اور فرشتہ اور شیطان انھیں کے تابع ہیں بہت سے خواطر ہیں کہ انسان کو اسفل السافلین میں پہونچا دیتے ہیں اور اچھے خواطر مقتضائے روح ہیں کہ طاہر چیز ہیں اور گندگی خواطر انسانی اور خواہشاتِ نفسانی کے مقتضائے طبعی ہیں بس ان میں فرق کرنا ضروری ہے۔

۱۴: اخلاق کی نگرانی اور فرائض کا اہتمام اور سنن کا التزام اساس طریق ہیں اسی سے آگے کی راہیں کھلتی ہیں۔

۱۵: بزرگانِ دین کی صحبت ہی سے فہم طریق پیدا ہوتی ہے یا پھر ثانی درجہ میں مشائخ محققین کی کتب سے بھی قدرے کشورِ کار ہو سکتا ہے۔

ارشادات عالیہ

حضرت مولٰنا الشاہ مفتی محمود حسن صاحب پایم ہٹی رحمۃ اللہ علیہ

۱: خادم کی ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا:
کبر کی ماہیت: - کبر یہ ہے کہ اپنے کو صفات کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھنا اور دوسرے کو کمتر سمجھنا۔ معالجہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے اس کے مقابلہ میں اپنے کمالات کو ہیچ پائے گا اور جس شخص سے اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کے ساتھ تعظیم و تواضع سے پیش آئے یہاں تک کہ اس

کا خوگر ہو جائے۔

ماہیت عجب کی یہ ہے کہ اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جائے معالجہ اس کمال کو عطاء خداوندی سمجھے اور اس کی استغناء و قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جائے
(تعلیم الدین)

بزرگوں نے کبر کو بچھو کے زہر کے مانند قرار دیا ہے کہ معلوم ہو جاتا ہے اور عجب کو سانپ کے زہر کے مثل قرار دیا ہے کہ اندر ہی اندر رہ کر کام کر جاتا ہے پتہ نہیں چلتا بڑے بڑے لوگ اس کا شکار ہو چکے ہیں اعاذنا اللہ منہ۔

۲ : ایک خط کے جواب میں ارشاد فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے حضرت اقدس قدس سرہٗ (یعنی حضرت شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ) کے ایک والا نامہ کے حوالہ سے ان کا ارشاد نقل کیا تھا "تربیت زمانہ سے اٹھ گئی ہے"۔ ورنہ تو آج کل لوگ مشائخ سے خط و کتابت کر کے کبر عجب ریاکاری وغیرہ تمام ہی رذائل نفس کی اصلاح اپنے زعم میں کر کے کورس ختم کر بھی لیتے ہیں حالانکہ نفس ان کا جہاں تھا اول روز وہیں اب تک رہتا ہے بلکہ مزید براں ایک غلط فہمی بھی ہو جاتی ہے کہ اب ہمارے نفس کا معالجہ ہو کر نفس مزکی بن گیا۔ اب اس گمراہی کا کیا علاج ہو؟! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمارے حضرتؒ (یعنی حضرت شاہ وصی اللہؒ) ایسے شخص کو آگے بڑھنے نہیں دیتے تھے عملی تدبیروں سے کچل کر مٹا کر چھوڑتے تھے اس کی مثالیں کسی وقت مستقل دریافت فرمالیجئے گا۔ اب یہاں دو باتیں لکھا ہوں دونوں انشاء اللہ آپ کے لیے مفید ہوں گی ایک یہ کہ تجربہ ہو گیا کہ اکابر کے بہت قریب رہنے والے اکثر لوگوں کو سالہا صحبت میں رہتے ہوئے بھی طریق سے مناسبت جیسی حاصل ہونی تھی ویسی

حاصل نہیں ہوئی برخلاف اس کے کوئی دور کا ٹھنڈے دلوں کے لیے پہونچا بہت کچھ حاصل کر لیا یہ میں نے خود حضرت والاؒ سے براہ راست سنا بھی ہے (واللہ اعلم کہ کس کی طرف اشارہ ہوتا تھا) دوسری بات یہ کہ حضرت والاؒ سے سنا ہے کہ بہت سارے لوگ حضرت تھانویؒ کے بڑے ہی معتقد تھے حضرت کو قطب الوقت مجدد زمانہ سمجھتے تھے اور حضرت تھانویؒ فی الواقع تھے بھی لیکن ان سے کچھ حاصل نہیں کیا اور بڑے بڑے لوگ بہت مؤدب حضرت کی خدمت میں رہتے تھے یہ ان کو معتبر سمجھتے رہے اب حضرتؒ کے بعد ان کے خلفاء کو ان کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھتے ہیں کہاں آفتاب کہاں جگنو ان سے اعتقاد نہیں ہوتا کہتے ہیں کہ اب کوئی ایسا نہیں رہا اس طرح سے محروم ہی ہو جاتے ہیں حالانکہ حضرت تھانویؒ کا ایک ایک خلیفہ طریق سے مناسبت اور تعلیم و تربیت کی مہارت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا یعنی دوسرے حلقہ کے مشائخ کے اندر۔ اس طرح ہمارے حضرتؒ کے خلفاء بھی گو شہرت اور تقریر و تحریر میں بہت پیچھے ہوں لیکن طرز تعلیم و تربیت میں بڑے بڑے مشہور مشائخ سے کم نہیں ہیں۔ میں نے ایک وقت یہی بات لکھی تھی اس پر نکیر نہیں فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ پسند فرمایا۔

۳ : ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا گو میرے اندر اہلیت نہیں ہے تاہم خدمت سے اس وجہ سے انکار نہیں کر سکتا کہ کہیں اکابر نے حسن ظن سے اجازت جو مرحمت فرمائی ہے اس کی بے قدری کا ایہام نہ ہو جائے۔

۴ : اس سوال پر کہ درود شریف و استغفار کون سا پڑھنا بہتر ہے، تحریر فرمایا : مندرجہ ذیل درود شریف و استغفار پڑھا کیجئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ؕ

أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ○

۵، فرمایا آدمی بداخلاقیوں سے بچا ہوا اخلاص کے ساتھ کام کرتا رہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھ کر اور کوتاہیوں کی تلافی توبہ و استغفار سے اور ادائے حقوق العباد یا معافی کے ساتھ تو ایسا آدمی محروم نہیں رہتا بشرطیکہ خود رائی سے کام نہ کرے بلکہ کسی محقق شیخ سے ہر امر میں رائے و مشورہ لے کر کیا کرے۔ حق تعالیٰ بڑے ہی مہربان و قدردان ہیں کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں ہونے دیتے جب کہ ٹھیک صراطِ مستقیم پر محنت ہوتی رہے۔

۶، ارشاد فرمایا دیر سویر سب کچھ عطا ہو ہی جائے گا ان کی رحمت سے کیا بعید ہے اخلاق اور اخلاص کی فکر رہنی چاہیئے۔

۷، تحریر فرمایا! ظاہری عملوں کی درستگی بھی باطن کی درستگی پر موقوف ہے، وصیۃ الاخلاق میں یہ حدیث ہے کہ بے شک بندہ اپنے اخلاق کی خوبی کی وجہ سے آخرت کے بڑے بڑے درجوں اور بڑے مرتبوں کو پہونچ جاتا ہے حالانکہ وہ عبادت میں ضعیف ہوتا ہے اور بے شک وہ اپنے بُرے اخلاق کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں پہونچ جاتا ہے حالانکہ وہ دنیا میں عبادت گذار ہوتا ہے۔

لہٰذا باطن کی درستگی ضروری ہے اس کا طریقہ اخلاق کی اصلاح ہے

۸، احقر کے عرض حال کے جواب میں تحریر فرمایا، فضول گوئی سے احتراز کرتے ہو کبھی اتفاقاً ہو جائے تو ضمیر کا اس پر ملامت کرنا علامت ایمان کی ہے مبارک ہو۔

۹، ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا، اس دفعہ معرفت حق (مراد شمارہ ۱۲ جلد ۵) میں

مضمون "کسب فیض کا طریقہ" آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہیئے کیا سمجھے؟

جن آدمیوں کا اس میں واقعہ ہے ایک تو میرے چھوٹے بھائی مجاز حضرتؒ ہیں اور دوسرا یہ روسیاہ ہے۔ اس میں شیخ سے نورِ باطن حاصل کرنے کا طریقہ حضرت والا کا مُصَدَّقہ ہے اس کی قدر ہم کو کرنی چاہیئے وہ یہ کہ اس کے مطابق عمل کر کے حق تعالیٰ سے تعلق جس کا دوسرا نام نسبت باطنی ہے اس کو حاصل کرنا چاہیئے۔ (ذیل میں وہ مضمون درج ہے)

"کسبِ فیض کا طریقہ" (معرفت حق شمارہ (۱۲) جلد (۵))

فرمایا (مراد حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ العزیز) کہ دو صاحب کئی دن سے ٹھہرے ہوئے تھے آج صبح گئے کل دونوں صاحبان نے خطوط لکھ کر دیئے۔ اچھا خط لکھا ہے۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ حاضری کا جو مختصر زمانہ گزرا اس میں جو باتیں اب تک قال رہتی تھیں الحمدللہ اب حال بن گئی ہیں۔ دیکھیئے لکھتے ہیں کہ اب تک سب باتیں قال ہی کے درجہ میں تھیں، یہ صاحب مدرس ہیں پڑھاتے لکھاتے ہیں مگر اب تک قال سے نہیں نکل سکے تھے اب یہاں آکر حال کے درجے میں آئے لکھتے ہیں کہ بائیس دن عجیب کیفیت کے ساتھ گزرے ساری عبادتیں گویا جاندار معلوم ہونے لگی ہیں اب تک بے جان سی ادا ہو رہی تھیں دیکھتے ہیں عبادت کر رہے تھے اور روح غائب تھی لکھتے ہیں کہ اب دیکھ رہا ہوں تو یوں معلوم ہو رہا ہے کہ حقیقی دین حضرت والا ہی کے یہاں ہے۔ سچی بات عرض کر رہا ہوں کہ خوف و خشیت کا غلبہ ہی زیادہ ہے ہر دم افسوس ہوتا ہے کہ اب تک جو زندگی گزری غفلت میں گزری نہ خود کو پہچانا نہ اللہ کو۔ (پھر چند سطروں کے بعد حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں) یہ صاحب کئی دن سے ٹھہرے ہوئے تھے آج ہی گئے ہیں کوئی کوئی اللہ کا بندہ طالب اور

مخلص ایسا بھی آجاتا ہے انھیں لوگوں کی وجہ سے زندگی ہے ورنہ تو دنیا عجیب ڈھنگ کی ہوگئی ہے کیسی کیسی باتیں بیان کی جاتی ہیں مگر ذرا اثر تک نہیں لیتے ایسے لوگ نہ ہوں تو ہم لوگ موت سے پہلے ہی مرجائیں۔ دوسرے صاحب کا خط سُنئے لکھتے ہیں کہ: اب تو میں نے بھی عزم کرلیا ہے کہ نفس سے نکلنے کی پوری پوری سعی کروں۔ دیکھا آپ نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ مجھے اور اب حال پیدا ہونے لگا ہے ورنہ بہت دنوں سے آتے ہیں اور اب یہ لکھ رہے ہیں آگے لکھتے ہیں: آپ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ حضرتؒ (مراد حضرت تھانویؒ) بڑے ہی فیاض تھے جس نے بھی مانگا اس کو دیا۔ میں نے سمجھا کہ باطنی دولت یعنی نسبت اور نور کے متعلق فرمارہے ہیں.... پھر یہ سمجھ میں آیا کہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کی صحبت کی برکت سے جس نے بھی نفس کو چھوڑا تو اس نے گویا زبان حال سے دولت باطنی کی درخواست کی شیخ کی طرف سے یہ دولت منتقل ہوئی اور اس نے پالیا۔ میں نے لکھا کہ آپ نے یہ ٹھیک سمجھا لیکن آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ یہ نفس بڑا ہی گرگھنٹال ہے کہیں یہ کچھ کرنے دیتا ہے اور آسانی سے پیچھا چھوڑتا ہے؟ مشائخ کے یہاں چلے جاؤ مکہ شریف چلے جاؤ مگر یہ جلدی سے پیچھا نہیں چھوڑتا اسی پر پڑھتا ہوں ؎

کعبہ بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا
زم زم بھی پیا پر نہ بجھی آگ جگر کی

جس طرح بہت لوگ کعبہ جاتے ہیں مگر جیسے کے تیسے ہی رہتے ہیں اس طرح سے بزرگوں کے یہاں بھی جاتے ہیں مگر نفس وہاں بھی باقی رہتا ہے لیکن اگر کسی کو اس سے نکلنے اور چھوٹنے کی فکر پیدا ہوجائے تو سمجھ لو کہ کچھ چھینٹا پڑا ہے جیسا کہ ان مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ اب تو میں نے بھی عزم کرلیا ہے پھر آخر میں لکھا ہے کہ عمر کا بڑا حصہ غفلت میں گزرگیا جس پر بہت افسوس ہوتا ہے۔

افسوس تو یہی ہے کہ ہمیں اس کا پورا افسوس اور غم بھی تو نہیں ورنہ تو غفلت بُری چیز ہے مگر ماضی کی غفلت کا غم اچھی چیز ہے۔ انسان کا اس سے بڑا کام بن جاتا ہے۔ یہ خطوط آپ کو اس لیے سُنا رہا ہوں تاکہ آپ لوگ دیکھیں کہ آپ ہی میں کا ایک شخص ایسا ایسا بھی لکھ رہا ہے اور مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ (نیز اس لیے بھی سُناتا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو مشائخ سے عرض معروض کرنے کا طریقہ آجائے ؎

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

ہمارے پاس لوگ آنا چاہتے ہیں مگر صرف ہمارے بدن پر گرنا چاہتے ہیں ہم سے کچھ حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ اِتنے دنوں بعد ان مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ اس دفعہ صحبت سے کچھ کچھ حال بھی پیدا ہونے لگا ہے۔ دوسرے صاحب نے لکھا ہے کہ اب تک جو باتیں قال تھیں الحمدللہ اب حال بن گئی ہیں آپ سے کہتا ہوں یہ حال بہت دنوں میں پیدا ہوتا ہے۔ شروع شروع میں تو لوگوں کی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حال بھی کوئی چیز ہے۔ یہ لوگ بس قال ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں لیکن جب مشائخ کے یہاں پہنچتے ہیں اور کچھ طلب لے کر جاتے ہیں تب ادھر سے کچھ راستہ کھلتا ہے اور حقیقت سمجھ میں آتی ہے اس لیے فیض کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی کے سامنے پیش کرو۔

۱۰: ایک تحریر کے جواب میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس العزیز کا ملفوظ تحریر فرمایا: فرمایا کہ میں جو منع کرتا ہوں کہ مختلف بزرگوں کی خدمت میں جانا اندیشہ کی چیز ہے اس سے بدعتی ہی مراد نہیں بلکہ اہل حق بھی مراد ہیں وجہ یہ ہے کہ مزاج کا اختلاف۔ طبائع کا اختلاف۔ وجوہ تربیت کا اختلاف۔ یہ تو سب میں ہوتا ہے حتیٰ کہ اہل حق میں بھی اس لیے طالب

تشویش میں مبتلا ہوجاتا ہے اس لیے سب سے منع کرتا ہوں (انفاسِ عیسیٰ حصہ دوم ۲۱۸)

۱۱: ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا: بھائی! عام حالتیں کچھ ایسی ہی ہیں شرفا علماء و مشائخ کے یہاں تک بھی اس کا اہتمام نہیں اگر کوئی اللہ کا بندہ کچھ کرنا بھی چاہتا ہے تو کوئی ساتھ دینے والا نظر نہیں آتا اپنے اور غیر سب کے سب اس کے مخالف بن جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے اہل و عیال تک اس کے موافق نہیں رہتے ؎

سارے دُنیا کے ہوئے میرے لیے غیر
ہم نے دُنیا چھوڑ دی جن کے لیے

دیکھتے ہیں کہ ماحول کنبہ خاندان اپنے اور غیر عوام و خواص سب کے سب ایک طریقہ پر ہیں ہم بیچے دو تے ایک دوسرے طریقہ پر ہیں اس کی برداشت نہیں یہ وہی زمانہ ہے جس کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے کہ دین پر جمے رہنا ایسا مشکل ہوگا جیسے ہاتھ میں انگارہ رکھنا (حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے فرمایا کہ ریلوں میں بیٹھ کر ڈھونڈو ایک اللہ کا صحیح طالب نہیں ملے گا. کامل دین پر عمل کرنا آج کل عنقاء ہو کر رہ گیا ہے)

ایسوں کے لیے بڑے درجے ہیں من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر ماة شهيد کی دولت کی خوشخبری دی گئی اور پیشن گوئی ہے کہ لا تزال من امتي طائفة الحديث.

۱۲: تحریر فرمایا: خود تو پوری طرح پابند رہیں اپنے نفس تک تو کوئی رعایت نہ رکھیں اپنا نفس ہے اپنے اختیار میں ہے اور اپنے بچوں کو بھی ابتداء ہی سے پابند رکھا جائے. رہا دوسروں کا معاملہ ان کو سختی سے کام نہ لیا جائے نرم عنوان سے برابر نصیحت کرتے رہیں قبر و حشر جنت و دوزخ حساب کتاب کے حالات سناتے رہیں نیک لوگوں اور بُرے لوگوں کے انجام سے

متعلق واقعات سُناتے رہیں رفتہ رفتہ انشاء اللہ تعالیٰ تبدیلی ہوتی جائے گی جلدی نہ کریں جلدی کریں گے تو کام خراب ہوجائے گا. عام طور پر علماء و مشائخ نے بھی چند چیزوں کو لے لیا ہے باقی اخلاق و معاملات و معاشرات سے متعلق چیزوں کو چھوڑ کر عام لوگوں کی برادری میں ان سے مصالحت کر کے داخل ہوگئے ہیں. ؏

چلو اس طرف جس طرف کی ہوا ہو

اگر کوئی نادر اللہ کا بندہ کل دین (عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت) پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اس کا قافیہ تنگ کر دیتے ہیں اور اُلٹا اس کو ہی بد اخلاق بدسلوک بے مروت وغیرہ وغیرہ کہا جاتا ہے بڑی سخت آزمائش کا وقت ہے ایسے وقت کل دین پر عمل کرنا اور اس پر مستقیم ہونا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے بڑے ہی جگر گردہ کا کام ہے اسی کو کہا گیا کہ ؎

خون دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانہ کو

ایسے حالات میں دین پر جمنے والے اس طرح مترنم ہونے والے ہیں ؎

عشق میں ان کے کوہ غم سر سے لیا جو ہو سو ہو
عیش و نشاطِ زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

۱۳: تحریر فرمایا: نفس کا مارسخت ہے دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ذرا ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں

بداخلاقیوں سے جلد چھٹکارا حاصل نہیں ہوجاتا بڑے بڑوں کے اندر رہتی ہیں الا من عصمه الله جو شخص اس فکر میں لگا رہتا ہے ان کا علاج کراتا رہتا ہے اخلاص کے ساتھ تو ایک عرصہ دراز کے بعد کچھ سمجھ میں آنے لگتی ہیں پھر ان کے مقتضیٰ پر عمل نہ کرنا نصیب ہوتا ہے خوش نصیبوں کو.

۱۴: مبتدی طالبین کے لیے تسبیحات ستہ بھی کافی ہیں۔
کلمہ طیبہ تین سوبار، سبحان اللہ سوبار، الحمد للہ سوبار، اللہ اکبر سوبار.

۱۵: ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا: بڑے بڑوں نے اپنی عمریں صرف کر ڈالیں جب کہیں جا کر کچھ پایا ہے۔ اعمال کی روح و حقیقت کو سمجھئے اور اس کی تحصیل میں سعی کرتے رہیئے جلدی نہ کیجئے مگر رہیئے اسی دھن میں کہ

اندریں رہ می خراش و می تراش ⁂ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

صبر کن حافظ بسختی روز و شب ⁂ عاقبت روزے بیابی کام را

عبادتوں کے وقت بالخصوص نماز میں اس دھیان کو جمانے کی کوشش کیجئے کہ حق تعالیٰ میری ہر حرکت کو دیکھ رہے ہیں زبان سے جو نکل رہا ہے اس کو سُن رہے ہیں دل پر جو گزرتا ہے اس سے مطلع ہیں یہ دھیان اول سے آخر تک رہے اور اس میں رسوخ حاصل ہو جائے اور عبادتوں سے خارجی اوقات میں بھی اکثر دل میں اللہ کی یاد رہے بس مقصد حاصل ہے انشاءاللہ تعالیٰ

۱۶: عبادات خصوصاً نماز کے وقت کے مراقبے میں زیادہ تکلف سے کام نہ لیجئے سرسری تصور کر لینا کافی ہے زیادہ تعجب سے دل و دماغ پر اثر ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

۱۷: احقر نے مدرسہ فیض العلوم حیدرآباد میں کام شروع کرنے کی اطلاع دی۔ اس پر تحریر فرمایا: مدرسہ میں کام شروع کر دیئے ہو مبارک ہو حق تعالیٰ حسن و خوبی کے ساتھ مقررہ کام انجام کو پہونچانے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے ہر قسم کے شرور و فتن سے محفوظ رکھیں دُنیا و آخرت کی ہر ذلت و رُسوائی سے حفاظت فرمائیں آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

محبت و شفقت سے کام لیا کریں، بجائے مار اور غصہ کے بالخصوص چھوٹے بچوں کے ساتھ۔ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے خیال سے زیادہ یہ جذبہ کارفرما ہو کہ طالب علموں کو کچھ آ گیا ہے یا نہیں پوری توجہ اور ہمہ تن مشغولی کے ساتھ خدمت کیجئے۔

خدارسی کی طرف بھی وقتاً فوقتاً توجہ دلانی چاہیئے اس سے علمی شوق و ذوق میں ترقی ہوتی ہے ابتداء ہی سے صحیح تلفظ کا پورا اہتمام ہو تلفظ غلط جب زبان پر چڑھ جاتا ہے تو پھر جلدی سے اس کی اصلاح نہیں ہوتی۔ باقی موقع بموقعہ پیش آنے والے حالات سے اطلاع دیتے رہیئے گا تو کچھ کہتا رہوں گا۔

ہاں ہر حال میں یہ مراقبہ رہے کہ نہ میں مدرس ہوں نہ امام بس حق تعالیٰ کی ستاری اور فضل ہے وہ جس سے چاہتے ہیں خدمت لے لیتے ہیں دل میں طلبہ اور مدرسہ والے اور مقتدیوں کی قدر رہے کہ مجھ جیسے کو انھوں نے خدمت کے لیے منتخب کر لیا فلِلّٰہ الحمد اولاً و آخراً

۱۸: تحریر فرمایا ایک حال کے جواب میں! دوازدہ تسبیح کے وقت خود اپنی طرف سے مختلف قسم کے خیالات نہیں لانا چاہیئے اگر خود بخود آنے لگیں تو یہ قابل التفات نہیں خود توجہ ذکر کی طرف رکھی جائے اور قلب سے دھیان اس کا کہ میرا قلب یادِ حق میں مشغول ہے یہ دھیان اگر درمیان میں نہ رہا تو پھر تجدید دھیان کی کر لی جائے۔

۱۹: احقر کی اہلیہ نے ڈراونی خوابوں کی شکایت کی۔ حضرت والا نے احقر کو تحریر فرمایا مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر پانی پر دم کر کے دیجئے سوتے وقت پی لیا کریں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ ۝ ایک بار بسم اللہ الرحمن الرحیم تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَ قُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ ۝ سات بار اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَآءٍ وَّ دَوَآءٍ ۝ ایک بار۔

نوٹ: عورتوں کے لیے دَم کر کے دیتا ہو تو اَنْ یحضروھا اور تجدُ تحاذرہٗ اور مردوں کے لیے ہو تو ان یحضروہ اور یجد و یُحاذرہ اور خود اپنے لیے ہو تو ان یحضرون اور اَجِدُ و اُحَاذِرُہٗ

۲۰: احقر کے اطلاع حال کے جواب میں تحریر فرمایا:

جو کچھ کر رہے ہو ٹھیک کر رہے ہو ع

ہمچناں می رو کہ زیبا می روی

میں فتح پور میں چالیس دن حضرت والا کی خدمت میں رہ کر واپس ہو رہا تھا تو فرمایا (یعنی حضرت مرشدی شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ العزیز) کہ کام اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں سے شروع ہونا چاہیے اور اس سے قبل اپنے نفس سے شروع ہو جب اپنا نفس اور گھر والے اور متعلقین اصلاح پذیر ہو جاتے ہیں تو آئندہ کام میں بڑی آسانی ہوتی ہے اور یہی طریقہ ہے شریعت کا۔ دوسری بات یہ کہ کسی کو اپنا مخالف بننے نہ دیا جائے مخالف کے ساتھ بھی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ وہ موافق نہ ہو تو کم از کم مخالفت سے تو باز آجائے۔

باقی اپنے طریقہ اور مسلک پر خوب مضبوط رہیں۔

۲۱: ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا اول دینی ذوق اور دین سے مناسبت پیدا کرانے کی فکر کرنی چاہیے پھر احکامات پر پابندی کرانا آسان ہوتا ہے ورنہ دیکھتے ہیں کہ عام طور پر عورتیں مسلمان گھرانوں کی شرفاء کی عورتیں بھی بے پردہ پارکوں اور سینماؤں میں اور کھیل تماشوں میں آزاد پھر رہی ہیں اور یہ ہماری عورتیں احکام شرع سن کر سمجھتی ہیں کہ ہم کو بالکل ہی مقید اور تنگ کرایا جاتا ہے نعوذ باللہ اس

لیے بتدریج اصلاحی کام ہو تو پائیدار ہوگا اور اس کے نتائج ان شاء اللہ خوشگوار ہوں گے واللہ الموفق و علیہ التکلان۔

۲۲: ارشاد فرمایا حیاۃ المسلمین میں حضرتؒ (مراد حضرت تھانوی) نے ایک حدیث پیش فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آخر زمانہ میں مرد کو دین سے ہٹانے والے اس کے اہل و عیال ہوں گے۔

۲۳، تحریر فرمایا خالصاً لوجہ اللہ کام کرتے جائیے گو ایک ہی آدمی سننے والا ہو مگر ہو مخلص، کافی ہے ان شاء اللہ ظاہری و باطنی برکت دیکھو گے۔

۲۴، حفظ قرآن مجید بڑی ہی دولت ہے یہ آخری منزل یاد ہوگئی تو پھر دوسری منزلوں کو بھی ذرا ذرا کر کے گو دس سال ہی میں مکمل ہو پورے کر لیے جائیں گے مجھے بچپن ہی سے اس کا شوق تھا مگر اب تک اس کی تکمیل نہ ہو سکی اب تو قوۃ حافظہ جواب دے چکی ہے۔ حق تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے حفاظ کے قدموں میں جگہ دے دیں

۲۵: طلباء کو سنانے کے لیے تحریر فرمایا: علامات قیامت ترجمہ قیامت نامہ شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ اور بہشتی زیور سے کچھ مناسب جنت و دوزخ کے بیانات اور قصص و حکایات صالحین تسہیل المواعظ اور ملفوظات سے ان کے عقلوں سمجھوں کے مطابق سنا دیا کرو۔

۲۶، فرمایا وصیۃ الاخلاق ص۶۹ سے ایک حدیث کے آخری حصہ کا ترجمہ نقل کرتا ہوں جس کا ہمیشہ پیش نظر رہنا ضروری ہے اور لوگوں کے گناہوں کو اس طرح نہ دیکھو گویا تم (رب ہی) خدا ہو (یعنی اس طرح نظر نہ کرو جس کا منشاء کبر و تحقیر ہو) اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھو کہ گویا تم بندے خطاوار ہو (اور یہ) اس لیے کہ لوگ مبتلاء (معاصی بھی) ہیں اور اہلِ عافیت بھی (یعنی اہلِ طاعت و حفاظت بھی) پس تم کو

چاہیئے کہ اہلِ بلاء پر رحم کرو اور (اپنی) عافیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرو"
(سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد)

۲۷: لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں تحریر فرمایا: خود گھر میں تعلیم کا انتظام ہو جائے خود بھی پڑھائے اور دوسری پڑھی ہوئی دیندار عورتوں سے پڑھایا کریں یا معتبر قریبی رشتہ داروں کے یہاں بھیج کر ہو سکتا ہے تو تعلیم دلایا کریں۔

۲۸: تسہیل المواعظ، حیوٰۃ المسلمین، بہشتی زیور، ضمان الفردوس سے کوئی خاص بیان سُنا دیا کریں۔ اور کسی دوسرے وقت کسی اور کتاب سے کوئی مضمون جو مناسبِ وقت معلوم ہو سنا دیا کریں۔ ایک ہی کتاب کو از اول تا آخر سُنانے کی کیا ضرورت بعض بیانات دقیق ہوتے ہیں عوام شاید غلط سمجھ جائیں۔

۲۹: ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا: ؎

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

کے پیشِ نظر اپنے کام سے کام رکھیں جب کہ آپ ذمہ دار نہیں ہیں۔ یہ فتنہ فساد کا زمانہ ہے اس میں سکوت ہی اسلم ہے۔

۳۰: ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا: ؎

خدا گر بحکمت بہ بندد درے ؛ کشاید بحکمت در دیگرے

ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجًا و یرزقہ من حیث لا یحتسب نص قرآنی ہے انشاء اللہ آپ کو پریشانی نہ ہوگی حق تعالیٰ سے معاملہ صاف رہے پھر کوئی فکر کی بات نہیں۔

۳۱: تحریر فرمایا: صبر بھی کرے اور ساتھ ہی حکمتِ عملی سے صحیح بات بھی بتلائی جائے اول ان کے (ماتحتوں کے) اندر خوفِ آخرت خوفِ خدا پیدا کرنے کی سعی ہو۔

۳۲: ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا، دیکھو بھائی کوئی کام نفس کے ہیجان پر مبنی نہ ہو اکثر ایسے اوقات میں نفس میں ہیجان پیدا ہوتا ہے کہ ہماری بات نہ چلی اس لیے انتقام کے جوش میں انسان بسا اوقات خود اپنا ہی نقصان کر لیتا ہے باقی جو شخص نفس سے چھوٹ چکا ہو وہ اگر محض اخلاص پر مبنی کوئی کام کرے کوئی قدم اُٹھائے تو اس میں تائیدِ غیبی ساتھ ہوتی ہے ایسے شخص کو کوئی نقصان نہیں ہوتا ؎

خدا گر بحکمت بہ بندد درے ؛ کشاید بحکمت در دیگرے

مگر ہم لوگ ابھی نفس کے کید میں پھنسے ہوئے ہیں ہم بڑے لوگوں کی ریس کیسے کر سکتے ہیں؟

۳۳: طلباء کے سلسلہ میں تحریر فرمایا: سزا ڈرانا دھمکانا کافی ہے۔ شفقت و محبت سے اچھا اثر ہوتا ہے۔ اپنے حد تک توجہ و محنت میں کوتاہی نہ ہو باقی نتیجہ ہمارے اختیار میں نہیں اس تعلیم و تربیت کے باب میں عنداللہ ہمارا حساب پاک و صاف رکھنے کی فکر رہے۔
جس کا معاملہ حق تعالیٰ سے درست رہے اس کو کسی اپنے اور غیروں سے کوئی اندیشہ نہیں۔

۳۴: تحریر فرمایا اللہ والے کبھی پریشان نہیں ہوتے۔

۳۵: فرمایا: لقمان حکیم کا ارشاد ہے نان خود بر سفرۂ دیگراں مخور۔ یعنی اپنی روٹی دوسروں کے دسترخوان پر بیٹھ کر مت کھا یعنی اس سے عام لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ بھی دسترخوان والے کی ہی ہوگی۔ خواہ مخواہ اپنی روٹی کھا کر بھی ذلّت مول لینا ہے عام لوگوں کی نظر میں۔

۳۶: بدگمانی کے سلسلہ میں تحریر فرمایا: هَلَّا شَقَقْتَ قَلْبَهٗ الحدیث (تو نے اس کے دل کو چیر کر اصلی حالت کیوں نہیں دیکھ لیا) ایسی بدگمانی'

باطنی امور میں کسی کے ساتھ بھی نہیں کرنی چاہیئے خصوصاً بزرگوں سے کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔

درنیابد حالِ پختہ ہیچ خام!
پس سخن کوتاہ باید والسلام!

۳۷: ذکر قلبی کے سلسلہ میں تحریر فرمایا: اس وقت تفصیل کا موقعہ نہیں ہے اتنی بات یاد رہے کہ اکثر لوگ دل میں ذکر کا اثر پیدا ہو کر دل ذاکر ہو جاتا ہے تو سمجھنے لگتے ہیں کہ دل تو ذاکر ہو گیا اب زبانی ذکر کی کیا ضرورت حالاں کہ بعض وقت پھر سے غفلت طاری ہو جاتی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ دل ذاکر ہے تو یہ کس قدر گمراہی ہوئی اس لیے زبانی ذکر کو کسی زمانہ میں بھی ترک نہ کرنا چاہیئے کسی جگہ تسہیل قصد السبیل کے حاشیہ پر اس پر تنبیہ ہے نیز معرفت حق بابت ذی الحجہ ۸۰ھ ط ۴۶ پر بھی ہے۔

۳۸: تحریر فرمایا معرفت حق ۸۵ھ مضمون اخلاص خوب غور سے مطالعہ کیجئے اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اخلاص کی جو تعریف کی ہے اس کو سمجھ کر لکھیئے آپ نے کیا سمجھا۔

۳۹: حرز ابی دجانہ بہشتی زیور سے لکھ کر بچی لگا دینا اچھے پر چسپاں کر کے اور صبح اور بعد مغرب اعوذ باللہ الخ تین بار بسم اللہ الخ تین بار قل ھو اللہ الخ تین بار قل اعوذ برب الفلق تین بار قل اعوذ برب الناس تین بار اور واللہ خیرٌ حافظا وھو ارحم الراحمین تین بار إِنَّ اللّٰہَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا تین بار اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَاءٍ وَّدَوَاءٍ تین بار پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں دم کر کے پورے بدن پر مل لیں اور بے فکر رہیں۔

۴۰: تحریر فرمایا! آج کل اکثر بہت ہر جگہ غلط راستہ پر چل رہی ہیں خواہ مدارس ہوں یا خانقاہیں۔ طلبہ ہوں یا مریدیں سب کا یہی حال ہے باقی کوشش جاری ہے سو میں آٹھ دس کا۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ بدل ہی جائیں گے۔ آپ جہاں بھی رہیں اپنے طور پر نرمی سے کچھ دین کی باتیں اخلاق کی باتیں، حسن اخلاق و حکمت عملی کے ساتھ پہونچاتے رہیں اخلاق کی مار بڑے زور کی پڑتی ہے امید ہے ہر جگہ چند آپ کے رنگ میں رنگے جائیں گے بشرطیکہ آپ کے اندر کمال دیانت ہو اور پوری ہمدردی و دلسوزی ہو جب ایک عرصہ تک آپ کو قریب سے دیکھتے رہیں گے تو انشاء اللہ رفتہ رفتہ ایک ہوا دو ہوئے تین ہوئے اصلاح پذیر ہونے والوں کی ایک معتدبہ جماعت ہو جانے کی جیسے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اُن کے زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اس کے لیے صبر کی ضرورت ہے ایک عرصہ دراز تک۔

۴۱: فرمایا وما علینا الا البلاغ اور کار ہر کس بقدر ہمت اوست کا استحضار رکھیئے۔

حافظ وظیفۂ تو دعا کردن ست و بس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

۴۲: اشرف السوانح قدیم طبع شدہ ہر سہ حصہ مع خاتمۃ السوانح بڑی ہی مفید کتاب ہے۔ اس کے حصہ دوم صہ ۵۲ پر ایک صاحب جو مستری کا کام کرتے ہیں ان کا واقعہ ہے اس کو دیکھیئے۔

۴۳: فرمایا: ہمارے حضرت والا (مُراد حضرت شاہ وصی اللہ قدس سرہ) اکثر فرمایا کرتے تھے جہاں کسی اللہ والے نے اخلاص کے ساتھ ایک قطرہ

پسینے کا ٹپکا یا ہیں لوگ اس کے خون بہا دیتے ہیں یعنی اس کی تائید میں یہ اخلاص و للّٰہیت کا دنیا میں ثمرہ ہے جو اخلاص و للّٰہیت پر مبنی ہوتا ہے۔ حضرت والاؒ نے تحریر فرمایا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی حجۃ اللہ البالغہ کے حوالہ سے وَکَذٰلِکَ مَنْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ یُدَبِّرُ لَہٗ فِیْ عِبَادِہٖ یعنی ایسے ہی جس شخص سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں تو اپنے بندوں میں سے کسی کو اس کی تدبیر کے لیے مقرر فرما دیتے ہیں یعنی اپنے کچھ بندوں کو ان کا معتقد بنا دیتے ہیں اور وہ ان پر خوش دلی سے صرف کرتے ہیں یہ بھی تدبیرِ خداوندی ہے چونکہ انھوں نے سب تدبیروں کو چھوڑ دیا ہے جو ذات جملہ تدابیر کی مدبر ہے اس کو پکڑ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے کفیل ہو جاتے ہیں ان کے لیے کیا مشکل ہے بہت سے بندوں کو اس کے لیے کھڑا کر دیتے ہیں۔

بس اللہ تعالیٰ سے معاملہ کو صاف رکھیے پھر کسی دوست یا دشمن سے ایسے شخص کو کوئی ضرر نہیں ؎

گر ہوا دشمن زمانہ ہو مگر اے دل ہمیں
دیکھنا یہ ہے مزاجِ یار تو برہم نہیں

۴۴ : اخلاق کی اصلاح کے سلسلہ میں تحریر فرمایا! آپ نے ہر چیز کی تعریف لکھی ہے ٹھیک ہی ہے اور یہ کوئی مشکل بات نہیں البتہ تشخیص بہت مشکل ہے بجز شیخ کامل کے کوئی دوسرا نہیں کر سکتا اور یہی ضروری ہے تو اب آپ ایک ایک کو لے کر اپنے حالات سے منطبق کر کے دیکھئے علامات پیش کیجئے مثلاً کبر کو لے کر اس سے ملتے جلتے جو حالات خدا نخواستہ اپنے اندر پائے جاتے ہوں ان کو پیش کیجئے۔

جن کو تشخیص سے کچھ حصہ ملا ہے ان کا تو ہر آن یہ حال ہوتا ہے ؎

غم سے کہاں فراغ ہے دل پہ تو روز داغ ہے
قبضہ میں تیرے باغ ہے نت نئے گل کھلائے جا

۴۵ : ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا : حقیقت کما حقہ ابھی واضح نہیں ہوئی ہے ضرورت ہے بصیرت کی۔ تبلیغ دین ترجمہ اربعین پسند فرمودہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ اور اشرف السوانح حصہ دوم بالخصوص تعلیم و تربیت کا باب اور تربیت السالک کا مطالعہ امثال و حالات اخلاق رذیلہ کے علم کے لیے نافع ہے۔

۴۶ : تحریر فرمایا! کیسا ہی بُرے سے بُرا خیال آئے مضر نہیں جبکہ اس کے تقاضے پر عمل نہ ہو۔

۴۷ : اعتراض کسی پر آنے کے جواب میں تحریر فرمایا! بجائے اعتراض کے حق تعالیٰ سے اپنی حفاظت کی دعا کر لینا چاہیے بڑوں پر اعتراض کا ہم کو کیا حق ہے؟ غلطیوں سے کون بچا ہے؟ اس لیے اعتراض سے بچیں۔

۴۸ : بُری چیز کو بُری اور اچھی چیز کو اچھی سمجھنا ایمان کے لوازمات سے ہے۔

صد ہزاراں دام و دانہ ست اے خدا ❊ ما چوں مرغانِ حریص و بینوا
در ہزاراں دام باشد بر قدم ❊ چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

۴۹ : تحریر فرمایا! اعتراضات کس پر نہیں ہوتے اللہ و رسولؐ پر بھی لوگوں نے بہت اعتراضات کیے ہیں۔ بجز انبیاء علیہم السلام کے کون معصوم ہے۔ اگر تنقیدی نظر کسی بڑے سے بڑے محقق بزرگ خدا رسیدہ پر ڈالی جائے تو ضرور قابل اعتراض بہت ساری چیزیں نظر آئیں گی جب تک کسی کے محاسن پر عیوب غالب نہ رہیں۔ عیوب کی تاویل ہی کرتے رہنا چاہیے اپنے شیخ کے متعلق لکھا ہے کہ اس سے اس قدر عقیدت و محبت ہونی ضروری ہے کہ اگر کسی صریح معصیت پر بھی اس کو دیکھ لیں تو بد عقیدہ اس سے نہ ہو جائیں یہ اس لیے کہ محبت کسی سے ہو جائے تو آدمی اس کے عیوب کی طرف نظر نہیں کرتا اگر نظر بھی آجائیں

تو تادیل کر لیتا ہے۔

۵۰: تحریر فرمایا: آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ آپ اپنے دل کو اس قسم کے بڑے لوگوں سے اعتراضات سے خالی رکھیں اور اس کا مراقبہ کریں ؎

نہ تھی اپنے گناہوں پر جب تک نظر رہے دیکھتے غیروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنے گناہوں پر جب نظر نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا!

اکثر ایسی چیزوں کے در پے ہونے سے آدمی کے اندر کبر اور حسد خوب ترقی کر لیتا ہے اعاذنا اللہ من ذالک۔ آج کل لوگ بزرگوں سے سالہا سال اصلاحی تعلق کے باوجود اس لیے ناکامیاب رہتے ہیں کہ اپنی فکر سے غافل اور دوسر دل کے وہ بھی اہل اللہ کے عیوب کی تلاش اور واہیات جھگڑوں قصوں میں پڑ کر اپنے دل کو تباہ کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم تو فلاں بزرگ سے اتنے دن وابستہ رہ کر کامیاب ہو ہی گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۵۱: مَنْ عَمِلَ بِبِدْعَةٍ خَلَّاهُ الشَّيْطَانُ فِي الْعِبَادَةِ وَأَلْقٰى عَلَيْهِ الْخُشُوْعَ وَالْبُكَاءَ

ترجمہ: جو شخص کسی بدعت پر عمل پیرا ہے تو شیطان اس کے ساتھ عبادت میں جمع ہو جاتا ہے اور اس پر خشوع و بکاء کو القاء کرتا ہے۔

آپ نے سابق کسی خط میں اپنی عمر کے بتیس سال قریب پورے ہو جانے پر اور اب تک نسبت وغیرہ حاصل نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا تھا تو دیکھئے خشوع و بکاء کیسی اچھی کیفیت ہے لیکن اعمال (اوامر و نواہی پر عمل) یہ مقاصد سے ہیں ان میں بدعت کی آمیزش سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ شیطان کی پیداوار ہے تو ہم لوگوں کو حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے ہمارے اعمال درست نہیں اس پر اگر کوئی کیفیت دل خوش کن نمودار ہو جائے تو مغرور و مفتون ہو جانے کا بڑا اندیشہ ہے۔ اس وقت طبیعت حاضر نہیں

ہے پھر کبھی یاد آ جائے کچھ تفصیل لکھوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۵۲: تحریر فرمایا: ہمارا تو ہر لحظ گناہ آلود ہے اور ہر گناہ اس قابل ہے کہ ہم تمام ہی نعمتوں سے محروم و معزول کر دیئے جائیں۔ اس میں تعجب و حیرانی کیوں؟ یہ تو انہی کی ستاری و فضل ہے کہ زندہ ہیں ان کا نام لینے کی کچھ نہ کچھ توفیق ہو ہی جاتی ہے۔

۵۳: احقر نے اپنے عریضہ کے آخر میں لکھا "الٰہی عاقبت محمود گرداں" اس پہ تحریر فرمایا ایک دوست نے اس کے اول یہ مصرعہ لگایا ؎

چوں نامم در ازل محمود کردی ٭ الٰہی عاقبت محمود گرداں

یہ اصل میں متقدمین کا شعر ہے۔ اس طرح سے ہے۔

الٰہی عاقبت محمود گرداں ٭ بلاء بود را نابود گرداں

۵۴: تحریر فرمایا: کوئی مرید طریق میں داخل ہو کر کچھ ظاہری پاکی تقویٰ اختیار کرتا ہے ذکر و اذکار کرنے لگتا ہے کچھ ہو ہا کرتا ہے تو ایسے چیزوں سے عوام اس کو سمجھتے ہیں کہ ہو گیا ہے اور پھر اس کو متبرک بنا لیتے ہیں حالانکہ یہ شخص ابھی اراد کے تمام حقوق کو ادا بھی نہیں کرنے پاتا ہے نفس سے نکلنا تو دور کی بات ہے پس ایسے شخص پر عوام کے ان حرکتوں سے اس کے ساتھ کس قدر بُرا اثر پڑے گا؟ کون ایسا ہے جو نفس سے ابھی نہ نکلا ہو تاہم عوام میں شہرت اور متبرک بنا لینے کا اس پر اثر نہ پڑے؟ جاہ ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے لوگوں سے سب سے اخیر میں نکلتی ہے تو ہم جیسے مبتدیوں کے لیے کس قدر فتنہ کا باعث ہے۔ لوگوں کا ہم جیسوں کو متبرک بنا لینا ایسا خطرہ ہے کہ بجز حق تعالیٰ کی حفاظت کے اس سے بچ کر نکلنے کی کوئی صورت نہیں لہٰذا ہر ہر آن ڈرتے کانپتے رہنا چاہیے اور حق تعالیٰ سے بتضرع و زاری حفاظت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

۵۵ : تحریر فرمایا! ہمیشہ یہ گر یاد رکھیے کہ جو شخص کسی سے حسد نہیں کرتا بغض نہیں رکھتا دل کو صاف رکھتا ہے تو ایسے پر کوئی ظلم کرے تو حق تعالیٰ اس کی طرف سے بدلہ لے لیتے ہیں یہ کیا تھوڑی بات ہے؟ سبحان اللہ۔

جو شخص لوگوں کی طرف سے نظر ہٹا کر حق تعالیٰ کی طرف نظر رکھتا ہے اپنی سے التجا و دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی نواز دیتے ہیں۔

حق تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اے اللہ میں ایک چھوٹے سے آدمی[1] سے وابستہ ہوں جو لوگ بڑے بڑے لوگوں سے وابستہ ہیں ان کے سامنے ذلیل ہونے نہ دیجیے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

۵۶ : ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا! کوئی مضائقہ نہیں جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے اس سے مانگئے اور اس کی طرف نظر رکھیے انشاء اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

۵۷ : بڑے لوگوں کے کاموں کی مصلحتیں بڑے لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہم کو حسن ظن سے کام لینا ہے دل کو صاف رکھنا ہے ؎

دلم خانۂ مہر یار ست و بس   ازاں می نگنجد درو کین کس

۵۸ : خلاصِ حافظ ازاں زلفِ تابدار مباد

کہ بستگانِ کمندِ تو رستگار انند

مذکورہ بالا شعر حضرت والا نے احقر کے ایک عریضہ کے جواب میں لکھا تھا احقر نے اس کے معنیٰ دریافت کیے تو تحریر فرمایا:

ایک ایسے ہی موقع پر حضرت اقدس قدس سرہ (مراد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ) نے بھی یہی شعر میرے خط میں تحریر فرمایا تھا بات یاد آگئی میں نے بھی لکھ دیا حافظ شیرازیؒ کا شعر ہے فرماتے ہیں کہ اے حافظ اس (یار کے)

---

[1] یہ جملہ حضرتؒ نے اپنے لیے فرمایا ہے سبحان اللہ کیا انتہا ہے تواضع کی۔

زلفِ تابدار (و پُر پیچ) سے چھٹکارا (کبھی) نہ ہو جیو کیوں کہ (اے میرے یار) تیری (محبت کے) پھندے میں پھنسے ہوئے لوگ ہی (فی الحقیقت) آزاد و چھٹکارا پائے ہوئے ہیں۔ کسی کی یاد اس کی محبت ہی کے تقاضے سے ہوتی ہے اسم ذات کا ذکر حق تعالیٰ کی یاد ہی تو ہے خدا کرے کبھی اس کی یاد سے غفلت نہ ہو امید ہے مطلب شعر کا اور لکھنے کی غرض سمجھ میں آگئی ہوگی۔

۵۹ : بلا بود ے اگر ایں ہم نہ بودے۔ بہتر ہے کہ رات کے اوراد میں سے کوئی رہ جائے تو صبح کی نماز کے بعد قبل زوال ادا کرلینا یہ رات کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ احادیث سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

(مولوی صاحبؒ نے غالباً کوئی مخصوص طریقہ تمام لوگوں سے معافی کا لکھا ہوگا اس کے جواب میں اس کی تردید کرتے ہوئے یہ طریقہ بتلایا از مرتب)

۶۰ : خواہ مخواہ شہرت ہوگی ؎

استغنا ز خلق بند محکم ست   بند ایں از آہن کمے کم ست

ویسے ہی ملنے والوں سے کہہ دیا کریں کہ بھائی تعلقات اور ملنے جلنے والوں کے حقوق بھی ضائع ہو جاتے ہیں ہو سکتا ہے غیبت وغیرہ ہوگئی ہو اس لیے کبھی کبھی آپس میں معافی بھی ہوتی رہے تو کچھ تلافی دنیا ہی میں ہوتی رہے گی آئیے آج ہم ایک دوسرے کے جتنے حقوق ضائع کر چکے ہیں اس کی معافی کرلیں گے۔

۶۱ : فرمایا کہ رواجی چیزوں میں خواص کو عوام کا اتباع نہیں کرنا چاہیے۔

۶۲ : فرمایا کہ دل کا دنیا سے سرد ہو جانا کھانا کپڑا جو بھی بسہولت مل جانے پر قناعت ہونا یہ بڑی چیز ہے جس کو حاصل ہو جائے بہت بڑی نعمت ہے۔

۶۳ : فرمایا کہ دل کا لگنا غیر اختیاری ہے لگانا اختیاری ہے لہذا دل لگانے کے ہم مامور ہیں یہی کرنا چاہیے اس کا فکر اور خیال رہے۔ نماز شروع کرنے سے

پیشتر اور تلاوت اور ذکر سے قبل اس کا دھیان کر لینا چاہیئے کہ اب دل لگا کر ادا کروں گا پھر درمیان میں خیال دوسری طرف ہوا تو پھر صلوٰۃ و تلاوت کی طرف پھیر لینا چاہیئے بہر حال فکر سے کام لیتا رہے تو چند دنوں کے بعد خود بخود بھی دل لگنا شروع ہو جائے گا اپنے اختیار کی حد تک کوتاہی ہونے نہ دیا جائے بس اسی کے ہم مکلف ہیں۔

۶۴۔ فرمایا سلام علیکم چوں درخاطری ؛ گر از چشم دوری بدل حاضری !

۶۵ : فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی احادیث میں بڑی فضیلت وارد ہے اس کو جنت کے خزانوں میں کا ایک خزانہ قرار دیا گیا ہے۔ ویسے ہی خارج نماز جس قدر ہو سکے پڑھ لیا کریں۔ خواب حجت شرعی نہیں ہے لہذا سجدہ کی قید قابل التفات نہیں کہیں کسی کتاب میں سجدہ کی حالت میں اس کے ورد کی ترغیب نظر سے نہیں گزری البتہ دوسری دعائیں بعض احادیث میں وارد ہیں فقہاء نے ان کو بھی نوافل کے ساتھ مقید کیا ہے کہ کوئی چاہے تو نوافل میں کبھی کبھار ان دعاؤں کو پڑھ سکتا ہے مگر اس میں بھی لا حول و لا قوۃ الا باللہ نظر سے نہیں گزرا۔ باقی فرائض و واجبات سنن مؤکدہ میں صرف سبحان ربی الاعلی پر اکتفا کرنا ہوگا۔ سجدہ کی حالت میں تذلیل زیادہ ہوتی ہے تو خواب کا مطلب یہ لینا ہوگا کہ قلبی ادب و توجہ کے ساتھ پڑھا کرو معنی کا بھی استحضار رہے واللہ اعلم

۶۶ : فرمایا! ذکر لسانی کبھی شرکت قلب اور کبھی عدم شرکت قلب کے ساتھ ہوتا ہے جب دل شریک نہ ہو ایسے وقت فوراً دل کو شریک کرنے کی اختیاری سعی کرتا رہے۔ ہمچنیں می رو کہ زیبا می روی۔

اور اس کو بھی نتیجہ کے طور پر شامل کر لیجیے۔ عاقبت روزے بیابی کام را
اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (میں اس کے ساتھ اور پاس ہی رہتا ہوں جو

مجھ کو یاد کرتا ہے) اور فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) اس قسم کے مضمون کا استحضار ذکر لسانی کے وقت شرکتِ قلب پر اعانت کا موجب ہوگا مع انشراح و سرور۔

۶۷ : فرمایا ہر وقت ذکر کے وقت قلب کو بھی متوجہ رکھیں اس طرح کہ یہ دھیان آہستہ آہستہ جمانے کی سعی کریں ذکر کے وقت کہ قلب بھی یاد خدا میں شاغل ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسی سے حق تعالیٰ سے تعلق ہوتا جائے گا ؏

عاقبت روزے بیابی کام را

۶۸ : فرمایا : چھوٹے چھوٹے طلبہ کو ابھی سے دینداری کی طرف رغبت پیدا کرنے کی سعی بھی ہو فرصت کے وقت آسان زبان میں بزرگوں کے قصص ان کو سنایا کریں آخرت کے احوال بھی۔

۶۹ : فرمایا طالب کے لیے ضروری ہے کہ طریق اور شیخ سے پوری پوری عقیدت رکھے۔

۷۰ : فرمایا : "بندگی کے اعلیٰ مراتب کا حصول" یہ مقام مدت طلب ہے۔ کبھی جلد بھی حاصل ہو جاتے ہیں مگر اپنی طرف سے جلدی نہ مچائے جس کا نتیجہ پریشانی بے محل ہے۔ بندہ صحیح طریقے سے بندگی کرتا رہے۔ اس کے ثمرات و مراتب حق تعالیٰ شانہٗ اپنے وقت پر عطا فرمائیں گے۔

۷۱ : فرمایا قبل نماز کچھ ذکر کر کے قلب کو حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ کرے جب خارج از نماز میں یکسوئی حاصل ہوگی تو یہ یکسوئی نماز میں بھی باقی رہے گی لہذا ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ حق تعالیٰ کی طرف قلب متوجہ رہے اور زبان ذکر سے تر رہے۔

۷۲ : فرمایا اپنے اعمال میں نقص کا احساس یہ بھی حق تعالیٰ شانہٗ کا فضل ہے اس احساس کو ہمیشہ مستحضر رکھنا چاہیئے۔ ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش ؛ تا دم آخر دمے فارغ مباش
صبر کن حافظ بسختی روز و شب ؛ عاقبت روزے بیابی کام را

۷۳: فرمایا طریق اور شیخ کے ساتھ کامل عقیدت رکھ کر جو طالب حق صحبت شیخ میں رہتا ہے وہ شیخ کے فیض سے فیضیاب ہوتا ہے عادۃً اس کے خلاف نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اس کا فیض دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔

۷۴: فرمایا شیخ کے ساتھ مساوات کے خیال سے بچے یہ چیز نہایت درجہ مضر ہے کبھی بلکہ اکثر غیر شعوری طور پر دماغ میں مساوات کا خناس سما جاتا ہے۔ اس کی نگرانی رکھنا چاہیے۔

۷۵، فرمایا شیخ موجودہ اگرچہ سابق شیخ کا خلیفہ ہی کیوں نہ ہو اس سے بھی مساوات کے خیال سے بچے۔ ایک ہمارے دوست جن کا تعلق حضرت والا سے رہا ہے میری طرف رجوع کیا تھا ان کو میری طرف سے اجازت بھی تھی یہ شعر بھی لکھتے تھے ع مٹا دیجیے مٹا دیجیے یہاں ہی مٹنے آیا ہوں

ایک بات پر گرفت کی تو برداشت نہ کر سکے میں نے ان سے قطع تعلق کرنے کی اطلاع بھی دے دی مرض یہی کبر اور مساوات کا مخفی چور قلب میں پوشیدہ آخر معاملہ صاف ہوا کل یہاں آ کر بھی گئے اللہ کرے اب سنبھل جائیں بات یہ ہے کہ زبان سے مٹا دیجیے کہنا کچھ مشکل نہیں عملاً مٹنا ہے بڑا مشکل کام

ع کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

حضرت والاؒ نے رسالہ جنت میں فرمایا ہے کہ مولاناؒ نے مثنوی میں لکھا ہے کہ اس راہ میں یہاں سے وہاں تک پشتے کے پشتے لگے ہوئے ہیں کوئی دو قدم چلا گرا کوئی چار قدم چلا گرا کوئی چند قدم چلا وہاں گرا بہت ہی کم لوگ ہیں جو اس راہ میں کامیاب ہوئے ہوں اسی لیے ناقصین کی تعداد بے حساب ہے اور کامل تو کوئی کوئی ہی ہوا ہے۔

جس کو اس راہ میں مٹنا نصیب نہ ہوا اس کو کچھ کبھی نہ ملا اول قدم بھی مٹنا اور آخر قدم بھی مٹنا ہے

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی
نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی!!

یعنی حق تعالیٰ کو پانے کا آئینہ بس نیستی اور اپنے کو مٹا دینے کے سوا کچھ نہیں (آگے فرماتے ہیں) اپنے کو فنا کرنے اور مٹانے کو اختیار کر لے اگر تو احمق و بیوقوف نہیں ہے۔

۷۶: تحریر فرمایا! سنئے "تصوف و نسبت صوفیہ" ص۵۳ پر مقدمہ شامی کے حوالہ سے مذکور ہے اِنَّ عِلْمَ الْاِخْلَاصِ وَالْعُجْبِ وَالْحَسَدِ الخ

ترجمہ، یقیناً اخلاص و عجب حسد ریا کا علم فرض عین ہے اسی طرح اس کے علاوہ جو آفات نفوس ہیں ان کا علم بھی جیسے کبر بخل کینہ خیانت غصہ عداوت جو بغض طمع بخل بطر خیلاء مداہنت استکبار عن الحق مکر خداع قسوت طول امل اور اس کے مثل دوسرے امراض جن کا احیاء العلوم کی فصل مہلکات میں بیان کیا گیا ہے۔ تو لازم ہے کہ ان میں سے جن کا اپنے کو محتاج سمجھے اس کو سیکھے اور اس کا ازالہ فرض عین ہے اور یہ ممکن نہیں ہے جب تک کہ حدود و اسباب و علامات اور اس کے علاج کو نہ جانے اس وجہ سے کہ جس کو شر کی معرفت نہیں ہوتی وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جب اخلاقِ سیئہ کا ازالہ فرض ہے تو بغیر علم کے ان کی اصلاح و ازالہ کیسے متصور ہوگا نیز بہت سے اخلاق ایسے ہوتے ہیں جن کی تحصیل لازم ہے جیسے اخلاص تواضع وغیرہ تو ان کا حاصل کرنا بھی بغیر علم ممکن نہیں اس لیے اخلاق حمیدہ اور اخلاق سیئہ کا علم ضروری ٹھہرا اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کیا آپ کو ان کا علم ہے؟ اگر ہے تو چشم ما روشن و دل ما شاد ورنہ اس کی تحصیل بہت اہم اور ضروری ہے جب کو اس کا پتہ لگ گیا اس کو ساری عمر چین و قرار نہیں رہتا۔ اور قابل اطلاع باتوں کا انبار سامنے رہیگا۔

۷۷: تحریر فرمایا! تبلیغ دین کا مطالعہ فرما رہے ہو ماشاء اللہ لیکن ایک بات یاد رکھیئے ان میں کی اکثر باتیں مشائخ کے لیے ہیں یعنی بعد تشخیص جس کو مناسب سمجھیں گے بتلائیں گے مرید خود اپنے طور پر اس میں کی باتوں پر عمل شروع نہ کردیں ہمارے حضرت رح نے اپنے متوسلین کے لیے پسند فرمودہ کتب میں اس کو درج نہیں فرمایا اسی لیے اس میں اکثر مضامین مشائخ کے لیے ہیں میں نے آپ کی بصیرت کے لیے تبلیغ دین کو منتخب کیا ہے خوب سمجھ لیجئے۔

۷۸: ناسازگار حالات پر صبر کرنے کا بڑا اجر ہے ؎

صبر کن حافظ بسختی روز و شب ⁂ عاقبت روزے بیابی کام را
غم گیا قلب کی حیات گئی ⁂ دل گیا ساری کائنات گئی

حق تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیئے، کہ جو جگہ اور کام ان کے علم میں ہمارے لیے دین و دنیا دونوں اعتبار سے مفید ہو اس کا سامان غیب سے فرمادیں۔

۷۹: طلباء گھر سے اصلاح ہی کے لیے بھیجے جا رہے ہیں اگر گھر ہی میں اصلاح ہو جاتی یا اصلاح شدہ ہوں تو کیوں یہاں کو آتے اور یہ بھی سوچیں۔ کذالک کنتم من قبل (یعنی کسی وقت تم بھی ایسے ہی تھے) اور کیا بعید ہے کہ اب بھی ہمارے اندر ایسے عیوب ہوں جو ان کے ظاہری عیوب پر عنداللہ غالب ہوں وغیرہ امور مدنظر رکھیں۔

۸۰: نفس کے باریک کیدوں کی پہچان کے لیے مناسبت پیدا ہونے کے لئے حضرت تھانوی قدس سرہ کی تربیت السالک اور مواعظ تبلیغ دین ترجمہ اربعین ضمان الفردوس اور ہمارے حضرت اقدس قدس سرہ کی وصیۃ الاحسان تحذیر العلماء اصول نادرہ اور حضرت تھانوی رح کی اشرف السوانح (حضرت کی زندگی میں شائع شدہ یا اس کی ٹھیک مکمل نقل خصوصاً حصہ دوم کا مطالعہ ضروری ہے۔

۸۱: تحریر فرمایا! غلطیوں کے منشاء کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور اس کی اصلاح مقدم ہے جب تک غلطیوں کے منشاء صدور کو سمجھ کر اس کی اصلاح نہ ہو برابر موقعہ بہ موقعہ کسی نہ کسی رنگ میں غلطیاں صادر ہوتی ہی رہیں گی۔ جیسے خون کی خرابی کی وجہ سے پھوڑے پھنسیاں جسم پر برآمد ہوتے ہوں تو پھوڑے پھنسیوں پہ پھایہ اور مرہم لگا دینے سے صحت حاصل نہیں ہو جائے گی تاوقتیکہ خون کی اصلاح نہ ہو۔ اصل چیز یہی ہے کہ شیخ کی عظمت اور شیخ سے عقیدت کی کمی اور شیخ پر اعتماد نہ ہونا ایک طرف تو یہ بات دوسری طرف خود رائی و خود پسندی کہ "من ہم چیزے ہستم"، اپنی شعر فہمی و عملیت کو جتانا نیز طریق سے مناسبت کا سلب ہو جانا ہے اصل چیز حاصل کرنے کی اس طریق میں اپنے کو مٹانا ہے جس کو یہی حاصل نہ ہوا اس کو کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ ایک ہوتا ہے اپنے کو کم سمجھنا اور ایک ہے حقیر ظاہر کرنا۔ مطلوب اول ہے اور ثانی آج کل مکر و فریب ہی کی ایک شکل ہے اس طریق میں خود رائی کی کھپت نہیں ہوتی جس سے عقیدت نہ ہو اس سے عقیدت پیدا کر لینا غیر اختیاری ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جس پر اعتماد نہ ہو اس کو ترک کر دیا جائے اور کسی ایسے سے جس سے عقیدت ہو اور اس پر اعتماد ہو رشتہ جوڑ لیا جائے۔

۸۲: جب خود رائی و خود پسندی سے کچھ حاصل نہیں۔ اپنی تحقیر، تحریر و تقریر کے ذریعہ سے کرکے کیا ملتا ہے۔ اس کا بار بار استحضار کیا کیجئے جب اس کی برائی ذہن میں خوب مستحکم ہو جائے گی تو ایک دن نجات بھی مل جائے گی۔ طریق قلندر عشق و محبت کی راہ ہے یہ بہت ہی خطرناک ہے اس لیے ہمارے اکابر اس راہ کو اس طرح سے طے کراتے ہیں کہ ذکر و شغل اور اعمال صالحہ اس طرح سے کریں کہ ان اعمال سے محبت ہو جائے اور جب

ان سے محبت ہو جائے گی تو پھر اللہ تعالیٰ سے بھی محبت ہو جائے گی دیکھئے معرفت
حق بابت ربیع الاول و ثانی ۱۳۸۴ھ الاعتراف والاستغفار ص۶۸۔ اس میں
لکھا ہے کہ خطرناک وہی محبت ہے جو اعمال کے واسطہ سے نہیں ہے اور جو محبت
کہ اعمال کے واسطہ سے ہوتی ہے اس میں کچھ بھی خطرہ نہیں آج جو لوگ نہیں
پہونچ رہے ہیں اعمال کے ذریعہ سے تو اسی لیے کہ ان سے محبت نہیں ہے یہ
جو بات کہہ رہا ہوں اس کو خوب سمجھئے نہایت ہی کام کی بات کہہ رہا ہوں حق تعالیٰ
سے براہ راست محبت خطرناک ہے اس کو اہل محبت سمجھتے ہیں مگر اعمال کے ذریعہ
جو محبت و معرفت ہوتی ہے اس میں خطرہ نہیں ہوتا

۸۳: تحریر فرمایا کہ حضرت اقدسؒ کی تصانیف کے ساتھ ساتھ حضرت حکیم الامتؒ
کے مواعظ و ملفوظات تربیت السالک اشرف السوانح کے مطالعہ کی بھی
ضرورت ہے۔

۸۴: بارہ تسبیح ناغہ ہونے نہ دیں جس دن قبل فجر نہ ہو سکے اس دن صبح میں بعد
فجر یا جب بھی موقعہ مل گیا اور جس طرح بھی مل گیا اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے
ہی سہی ادا کرلیں۔

۸۵: فرمایا! غیبت ماں سے زنا کرنے سے بھی بدتر ہے اس سے بہت احتراز
چاہیئے۔ ہاں ہر وقت اپنی گندگیوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے انسان سراپا گندہ
ہی گندہ ہے ظاہراً و باطناً باقی جو کچھ خیر کا پہلو نظر آجاتا ہے وہ سب
حق تعالیٰ کی ودیعتیں ہیں ؎

چو بدانستی کہ سرتر کیستی ؛ فارغی گر مُردی ور زیستی

۸۶: نظر بیٹھے ہیں اب ہم پہ گزرتا کیا ہے
قہر کا خوف ہے پر ساتھ ہے اُمید کرم

۸۷: جو کچھ سُنائے اپنے نفس کو اس کا مخاطب اول سمجھ کر سنائے تو یہی ذکر

واذکار و مطالعہ کا قائم مقام ہوگا ہم ثواب و ہم خرما۔

۸۸: بزرگوں نے لکھا ہے کہ حُبِ شیخ کلید کامیابی ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ
"شیخِ من خس است اعتقادِ من بس است" (میرا شیخ خس یعنی کچرا ہی ہے۔ میرا
اعتقاد بس ہے) اور بزرگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "دستِ پیراز غائباں
کوتاہ نیست" یعنی پیر کا فیض غائبوں کو بھی برابر پہونچ جاتا ہے جب کہ
شیخ کی تعلیم پر اعتقاد و محبت کے ساتھ دل سے عمل پیرا ہو۔
حضرت اقدس قدس سرہ نے ایک وقت فتح پور میں مجھ سے تنہائی میں فرمایا
کہ "دیکھو حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت تھانویؒ کیسے تھے اگر
امام ہونے کا دعویٰ کرتے تو اس کو نباہ دیتے تھے ان کے شیخ حضرت حاجی
صاحبؒ پورے عالم بھی نہ تھے اور بہت زیادہ باتوں میں آپس میں اختلاف
بھی تھا اس کے باوجود ان حضرات میں سے ہر ایک کو دیکھو کہ گویا حاجی
صاحبؒ کا عاشق ہی ہے بس یہی راز ہے ان حضرات کی کامیابی کا اس کو
یاد رکھو"

۸۹: شیخ سے دوری میں بھی جب کہ صحیح حالات کی اطلاع ہوتی رہے اور اس
پر جو تدبیر بتلائی جائے اس پر عمل خلوص کے ساتھ ہوتا رہے اور ذکر پر مداومت
بھی ہوتی رہے تو انشاء اللہ ضرور کامیابی ہو جائے گی۔

۹۰: شیخ مستقل نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پَرتَو ہے لہٰذا
شیخ کی حرکت و سکون قابل اتباع نہیں ہوگی بس اسی حد تک قابل اتباع ہے
جس حد تک وہ متبع سنت ہے مستقل اتباع تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ و
سلم ہی کی ہے اس کا متبع ہونا چاہیئے۔

۹۱: اتباع سنت کے دو رُخ ہیں ایک ظاہری و باطنی تمام قسم کے گناہوں
سے بچنے میں اتباع سنت کرنا دوسرے ظاہری و باطنی تمام قسم کے اعمال

حسنہ کے کرنے میں اتباع سنت کرنا اس کا درجہ زیادہ اقدم واہم ہے۔

۹۲: اخلاص سے کام کیجیے حق تعالیٰ پر نظر رکھیئے وہی مسبب الاسباب ہیں۔ اسباب سے نظر ہٹا کر مسبب الاسباب کی طرف نظر کرلینا یہی توحید و توکل ہے ترک اسباب ضروری نہیں۔ انشاء اللہ اس کے برکات کا دونوں جہاں میں مشاہدہ کرلوگے۔

۹۳: خان الفردوس ہو یا اور کوئی اس سے اعلیٰ کتاب ہو آج کل مدارس میں جس قسم کی تعلیم ہوتی ہے اس سے پڑھنے والوں کے قلوب پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا لہٰذا اس کو ایک سبق اور درس کی حیثیت سے نہ پڑھایا جائے بلکہ تعلیم و تربیت و اصلاح اخلاق کو پیش نظر رکھ کر پڑھایا جائے اس کے مضامین سے اول خود متاثر ہوں اور اس تاثر کے ساتھ طلبہ کو بتلاتے جائیں اپنے لیے اور طلبہ کے لیے خلوت میں دعا بھی کیا کریں' یا اللہ اس کے مضامین سے ہمارے قلوب کو متاثر فرمائیے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائیے. جس موقعہ پر غیبت یا جھوٹ جائز ہے اس موقع کو بھی پڑھانا چاہیئے خوب سمجھا کر

۹۴: فرمایا: اشرف السوانح حصہ دوم ص۱۵۵ پر جو ایک صاحب اجازت کا خط اور اس کا جواب بنام (مکتوب مفرح القلوب) ہے وہ ہمیشہ پیش نظر رکھنے کے قابل ہے۔ (وہ خط مع تمہید درج ذیل ہے)

ایک صاحب اجازت نے ایک طویل عریضہ لکھا جو اپنی نااہلی اور حالت زار کے حسرت ناک حالات سے پر تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ عمر قریب بہ ختم پہونچی لیکن دین کے کسی ایک شعبہ کی نسبت بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صحیح ہے کس کس حالت کی اصلاح کرلی بالخصوص جو شعبہ مشکل اور زیادہ قابل اہتمام ہے یعنی تکمیل اخلاق

اس کا تو نام ہی لینا فضول ہے۔ اخلاق کا علم بھی پورا نہیں تا بہ عمل چہ رسد بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ جانے دل میں ایمان بھی ہے یا نہیں اور نہ معلوم حق تعالیٰ کا ارادہ میرے ساتھ کیا ہے اگر خدانخواستہ کچھ اور ہوا تو کیا ہوگا. بعض وقت تو یہاں تک نوبت پہونچتی ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ اگر کچھ اور ارادہ نہ ہوتا تو اعمال حسنہ اور اصلاح کی توفیق کیوں نہ ہوتی کم سے کم ایک شعبہ تو دین کا درست ہوتا راتوں کو میری نیند اڑ جاتی ہے جس وقت یہ خیال آتا ہے کہ آخر اس کا انجام کیا ہوتا ہے اس وقت سوائے اس کے کہ اس دعا پر اکتفا کرتا ہوں اور کچھ نہیں بن پڑتا۔ اللھم لا تفعل بنا ما نحن لہ اھل وافعل بنا ما انت لہ اھل الخ

غرض خط کیا تھا ایک بہت طویل اور دردناک داستان غم و حسرت تھی جس کو مقرح القلوب کہنا چاہیے (مقرح بالقاف) اور آخر میں درخواست تھی کہ للہ کوئی ایسی بات ارشاد فرمادیں جو اطمینان بخش ہو. حضرت والا نے حسب ذیل جواب ارقام فرمایا جس کو مکتوب مفرح القلوب کہنا زیبا ہے (مفرح بالفاء)

مکتوب مفرح القلوب

پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں اور مغموم بھی ایسے کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جاوے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے. کمال کی تو توقع ہی چھوڑنا واجب ہے ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے اور اس کا یہی رنگ ہوگا جو آپ مشاہدہ کر رہے ہیں اس کی مثال وہ مریض

ہے جس کی تندرستی سے تو مایوسی ہے مگر فکر صحت اور اس کی تدبیر
کا ترک جائز نہیں سمجھا جاتا اور نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں
فکر تکمیل پر موعود ہے واللہ لا یخلف المیعاد۔ بس اسی طرح عمر ختم
ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت اور بڑی نعمت ہے وھذا ھو معنی
ما قال الرومیؒ ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش ۔ تا دم آخر دمے فارغ مباش
تا دم آخر دمے آخر بود ۔ کہ عنایت با تو صاحب سر بود

سب سے اخیر میں خواہ اس کو اظہار حال کہیے یا آپ کی ہمدردی یا رفع
التباس جو چاہے نام رکھیئے یہ کہتا ہوں کہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں
مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں جس کا یہ اثر ہے کہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ
خوف کو غالب کہوں یا رجا کو مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں
جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے۔ اللھم کن لی واجعلنی
لک۔ والسلام فقط۔

۹۵۔ ایک تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا: ہاں عام طور پہ ہر جگہ کا یہی حال ہے
کہیں زیادہ کہیں کم ایسی صورت میں سختی سے کام بگڑ جاتا ہے صبر کے
ساتھ حکمت عملی سے کام کرنا چاہیے اور حق تعالیٰ سے دعا بھی جاری
رہے سیدی حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے وصیت نامہ میں اس کی طرف
توجہ دلائی گئی ہے۔

۹۶۔ حضرت مصلح الامتؒ کا ارشاد ہے: بندے کا سب سے افضل و اعلیٰ حال
ہے کہ اللہ رب العالمین کے ذکر میں مشغول ہو۔

۹۷۔ ملاحظہ خلق سے بچنے کو اخلاص کہتے ہیں اور نفس کی مطاوعت و متابعت
سے احتراز کو صدق۔ لہٰذا مخلص وہ ہوگا جس میں ریا نہ ہو اور صادق اس کو

کہیں گے جس کے اندر عجب نہ ہو۔

۹۸۔ طریق میں جو لوگ داخل ہیں ان کو ذکر کرنا لازم ہے بغیر اس کے غفلت دور
نہیں ہوگی۔

۹۹۔ معصیت کے بعد توبہ و خشیت کا پیدا ہونا بھی محض فضل حق سے ہوتا ہے لہٰذا
ممکن ہے کہ بعد صدور معصیت یہ بات کسی میں پیدا نہ ہو اور سبب بعد حق کا ہو اس
لیے نفس کے فریب سے بچنا چاہیے۔ (از وصیۃ الاحسان ص ۶۲)

۱۰۰۔ ارشاد فرمایا: ارشادات حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز طاعت
اور معصیت دونوں امر اختیاری ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں۔ رہا طریقہ
سو امور اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار کے اور کچھ بھی نہیں ہاں سہولت
اختیار کے لیے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت (بمعنی
مقاومت) نفس اس کو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت حاصل ہو جاتی
ہے۔ (النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ ص ۱۱ بسلسلہ مکتوبات حسن العزیز۔

۱۰۱۔ جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے اور
اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے اور یہ موقوف ہے
ما بہ الکمال کے جاننے پر اسی طرح غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد صرف نیت
اور عمل جزو اخیر رہ جاتا ہے۔ یہ دونوں اختیاری ہیں طریق تحصیل تو
اسی سے معلوم ہوگیا آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ وعید کا اور
مراقبہ نیت کا۔

مثال صدق کی نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کہا ہے یعنی
اس کو مع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ
کمال کا شریعت نے بتلایا ہے۔

مثال اخلاص کی نماز میں ریا کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے رضائے غیر حق

کا تصور نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے اور اس کے متعلقات ظاہر ہیں۔
مراقبہ نیت :- یعنی اس کی دیکھ بھال کہ میری نیت غیر طاعت کی تو نہیں۔

۱۰۲ : (حال) اخلاص میں اور خشوع و خضوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔
(تحقیق) اخلاص راجع ہے نیت کی طرف اور خشوع و خضوع سکون ہے جوارح و قلب کا حرکات منکرہ ظاہرہ یا باطنہ سے اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو پس اخلاص خشوع سے مفارق ہو سکتا ہے۔
[از النور بابتہ ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ بسلسلہ تربیتہ السالک]

۱۰۳ : موعظت حسنہ وہ خطابات ہیں جو قناعت بخشنے والے اور عبرت پیدا کرنے والے ہوں۔ مخاطب پر اس کا اثر یہ ہو کہ سمجھے کہ ہمارا خیر خواہ ہے (وعظ حقیقۃ الاحسان)

۱۰۴ : اگر کسی کو دس روپیہ ماہوار ملتے ہیں تو ان پر شکر نہیں کرتا اور اگر کہیں سے زائد مل جائے تو اس کو رحمت حق تعالیٰ کی جانتا ہے اس پر شکر کرتا ہے یہ صاف دلیل ہے اس کی کہ ان کا اپنے کو مستحق جانتا ہے [السرور ص ۱۰۵ وعظ]

۱۰۵ : حق تعالیٰ کا وعدہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ لہٰذا جو بھی اخلاص کے ساتھ کسی چیز کے درپے ہوگا انشاء اللہ کامیاب ہوگا۔ بعون اللہ تعالیٰ۔

۱۰۶ : اگر آپ اپنے کو تعلیم و تربیت کرنے کا اہل سمجھ رہے ہو تو ضرر ہوگا۔ اگر اپنے کو نا اہل سمجھ کر کام کرتے رہوگے اور کام کا طریقہ بھی معلوم کرتے رہوگے تو انشاء اللہ منجانب اللہ اعانت ہوگی۔ افراط و تفریط نہ کیجئے اعتدال سے کام لیتے رہیے گا۔ جب کبھی اس میں کچھ ناکامی کا احساس ہو تو توبہ و استغفار کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا و تضرع کرتے رہیئے کہ اعتدال پر قائم رکھیں۔

۱۰۷ : رجب کی ستائیسویں کو جاگنا بے اصل ہے اپنے احباب و معتقدین سے یہی کہدیں۔ اور اسی رات خصوصی طور پر واقعہ معراج سنانے کو بھی ترک کر کے اس

کے قبل کسی جمعہ میں قبل خطبہ واقعہ معراج سنا سکتے ہیں۔

۱۰۸ : داڑھی منڈوانا تو کبائر میں داخل ہے باقی دوسری چیزیں (پتلون کوٹ بشرٹ وغیرہ پہننا سر پر انگریزی بال رکھنا) گناہ تو ضرور ہیں مگر بعض شدید ہیں اور بعض میں شدت کم ہے۔ خصوصی احباب میں جو ایسے ہوں ان کو اس کی طرف توجہ ضرور دلائی جائے۔ مگر موقعہ محل دیکھ کر مخاطبین کا لحاظ رکھ کر کہ وہ کس قدر دینی چیزوں سے متاثر ہیں اور دین کی عظمت ان کے دل میں کس قدر ہے۔

۱۰۹ : (خطاب عام میں منکرات کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی جا سکتی ہے) ہاں مگر کسی خاص شخص کی طرف اشارہ کنایہ نہ ہو عام عنوان ہو۔ صرف (منکرات) کی وعیدیں سنائی جائیں۔

۱۱۰ : (سگریٹ کے استعمال کے بارے میں فرمایا) مکروہ ہے اس میں اہل دوزخ سے مشابہت ہے کہ ان کے منہ اور ناکوں سے دھواں نکلتا ہوگا۔

۱۱۱ : (پان میں تمباکو کے بارے میں فرمایا) اس میں اختلاف ہے۔ عادی لوگوں کیلئے سامحت سے کام لیا جا سکتا ہے۔

۱۱۲ : شب برات اور شب قدر میں شب بیداری اور ذکر و نوافل میں مشغول ہونا شرعاً مامور و مستحسن امور ہیں ان کے اندر اگر کوئی غلو اور خلاف شرع امور سرزد ہوں تو ان کی اصلاح کی جائے گی خود ان راتوں میں شب بیداری وعظ وغیرہ عبادتوں کو غلط کاروں سے مشابہت کا خیال کر کے ترک نہ کریں گے باقی جن چیزوں کی کوئی اصلیت ہی نہ ہو اور وہ چیزیں شرعاً مامور نہ ہوں ان میں غلط راستہ اختیار کرنے والوں کی ذرا بھی مشابہت قابل ترک ہے خوب سمجھ لیجئے۔

۱۱۳ : اپنے متعلقین کے منکرات کی اصلاح کے سلسلہ میں فرمایا (۱) : آپ کا کام منع کرنا ہے کرتے رہیئے (۲) : صبر و تحمل کیجئے مگر اپنے فریضہ سے غافل نہ ہو جایئے۔

(۳) ہاں یہ بلا ہر جگہ ہے آپ اور ہم جیسوں کے لیے بے شک بڑے ہی ابتلاء و آزمائش کا سامنا ہے مگر ہمت نہ ہاریں کرے آتی اردو زبان آتے آتے۔

۱۱۴: تحریر فرمایا کہ:۔ الحمدللہ بخیر ہوں لیکن شیخی و مرشدی محقق علام حضرت مفتی اعظم[1] کی وفات سے ہر طرف اندھیری چھائی ہوئی پاتا ہوں اب کوئی ایسی ہستی ہند و پاکستان میں نظر نہیں آتی جس کی طرف مشکلات میں رجوع کیا جا سکے ؎

جا بیٹھے بچشم نم کہاں روئیں اب اپنا غم کہاں
پہلے سے اب کرم کہاں ایسا تو اب کوئی نہیں

حق تعالیٰ کی ذات حی لایموت ہے ؎ اسی نے درد دیا ہے وہی دوا دیں گے

دعا کیجئے حق تعالیٰ غیب سے نعم البدل عطا فرما دیں اور فتنوں سے مامون محفوظ رکھیں۔

۱۱۵: احقر نے لکھا ہے کہ ظاہری و باطنی گناہوں سے حتی الوسع بچنے کی سعی میں لگا ہوا ہوں۔ ہر آن ڈر سا لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی بات خلاف مرضی خدا وند نہ ہو جائے اور جس قدر بھی دین سے جیسا کچھ لگاؤ ہے وہ کہیں سلب نہ ہو جائے۔

اس پر تحریر فرمایا! اس کیفیت کی حفاظت ضروری ہے ؎

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
ایک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

۱۱۶: احقر نے لکھا ہے کہ جو کچھ اعمال دینی ادا ہو جاتے ہیں ان کو حق تعالیٰ کا فضل و کرم تصور کرتا ہوں۔ اس پر تحریر فرمایا! بے شک ایسا ہی تصور کرنا چاہیئے۔

۱۱۷: احقر نے لکھا ہے کہ غیبت کے کرنے سے اور سننے سے نفرت ہو گئی ہے تو تحریر فرمایا! بڑی چیز حاصل ہوئی۔

۱۱۸: احقر نے لکھا! نفس کی سختی سے نگرانی کر رہا ہوں اور اس سے رہائی کے لیے حق تعالیٰ سے برابر دعا کر رہا ہوں اس پر تحریر فرمایا! بہت ضروری ہے

---

[1] مراد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔

حق تعالیٰ استقامت عطا کرے اگر ان تمام باتوں پر استقامت و مداومت حاصل ہو جاوے تو مقصود حاصل ہے اسی کا نام نسبت باطنی ہے بشرطیکہ اس میں رسوخ ہو جائے۔

۱۱۹: فرمایا بہت سارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہم نے جو کچھ باطنی مدارج پاتے ہیں ان کا سبب ہماری ہی عورتوں کی بداخلاقیوں پر صبر ہے ایسے بزرگوں کے طبائع بہت ہی لطیف و نازک ہوا کرتے ہیں۔ ادھر یہ لطافت و نزاکت اور دوسری طرف سخت قسم کی بداخلاقی و منہ زوری اور دل آزاری اور کس سے؟ اس سے جس کا رات دن کا ساتھ ہے تو اس پر صبر سے آدمی بہت کچھ پا لیتا ہے ؎

غم گیا قلب کی حیوۃ گئی! ؛ دل گیا ساری کائنات گئی
صبر کن حافظ بسختی روز و شب ؛ عاقبت روزے بیابی کام را

ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا بھی کرنا چاہیئے کہ اے اللہ ہم ضعیف ہیں ہمارا قلب بھی بہت کمزور و نحیف ہے ایسے فتنوں و فتنوں کی تاب نہیں اے اللہ بعافیت اس فتنہ سے نجات دلا دیجئے ان لوگوں کو اور ہم کو نیک توفیق دیجئے اور ہماری بداخلاقیوں کو حسن اخلاق سے بدل دیجئے وغیرہ اسی طرح عین بداخلاقیوں کے مظاہرہ کے وقت ان پر صبر کے اجر جزیل کے تصور و مراقبہ میں مصروف ہو جانا اس کے تحمل کی قوت کا باعث ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ

۱۲۰: فرمایا فاسق مسلمانوں کو یہ خیال کرکے سلام میں پہل کر دینا چاہیئے کہ ان کا ظاہر خراب ہے ہم ان کو فاسق سمجھتے ہیں باطن کا حال کس کو معلوم ہے ہو سکتا ہے کہ وہ باطنی حیثیت سے ہمارے سے اچھے ہوں اور ہمارا ظاہر اچھا ہے اور دوسرے ہم کو متقی سمجھتے ہیں۔ ہمارا قلب سیاہ ہے معلوم نہیں کبر عجب حسد ریاکاری کیا کیا چیزیں ہمارے اندر بھری ہوئی ہیں۔ اور آئندہ کا حال کس کو

معلوم کہ ہمارا ظاہری حال بھی کیا ہو جائے یہ سب حق تعالیٰ کی ستاری ہے ورنہ...

۱۲۱: فرمایا بچوں کا معاملہ بڑا نازک ہے سات سال کی عمر تک وہ مکلف ہی نہیں رہتے۔ جب سات سال کے ہوتے ہیں تو نماز کی تاکید کی جاتی ہے مگر نماز کے لیے مارنا نہیں چاہیے اور دس سال کے ہوتے ہی نماز نہ پڑھنے پر ہلکی سی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔ بس بچوں کے لیے دعا کرتے رہیں اور جہاں تک ہوسکے دوسرے لڑکوں سے ملنے سے روکنے کا سامان کیا جائے اس کی اچھی صورت یہ ہے کہ اکثر اپنے ساتھ رکھیں اپنے ساتھ کچھ سیر و تفریح کا سامان کیا جائے اور ایسا نہ جکڑا جائے کہ گھبرا جائیں۔ میں اپنے دو بچوں کو سفر و حضر میں ساتھ رکھا کرتا تھا اگرچہ اس سلسلہ میں کافی خرچ بھی ہو جاتا تھا چنانچہ بمبئی کے تین سفروں میں ساتھ ہی رکھا جب کہ حضرتؒ کی خدمت میں پہونچا ہوا تھا۔ بچے جب ضد میں آجائیں تو ایسے وقت سمجھا بجھا کر کام لینا پڑتا ہے؛ بچوں کے قصے ہیں بہت برداشت کی ضرورت ہے حسن و تدبیر اور حکمت سے کام لینا چاہیے سمجھا کر لے چلنا چاہیے اور ہر وقت دعا بھی کرنا چاہیے ان شاء اللہ بہت تربیت ہوگی۔

۱۲۲: اپنے نفس سے بدگمانی اچھی چیز ہی ہے اگر اس سے آدمی کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کی طرف توجہ زیادہ ہو لیکن یہ کوئی اصول نہیں کہ ہر کوشش اخلاص پر مبنی ضرور دنیا میں بھی ثمر ہوتی ہی ہے ؎

نوح نبی صد سال دعوت می نمود دم بدم انکار قوش می فزود

کیا نعوذ باللہ یہاں اخلاص میں کوئی کمی تھی؟ اس لیے یہ ضروری نہیں کہ جب بھی کوشش ناکام ہو تو اس کا سبب اخلاص کا فقدان ہی ہو۔ اور اسباب و مصالح بھی ہو سکتے ہیں۔

۱۲۳: فرمایا اکثر اوقات اپنی نااہلی جہالت گندگی، بدباطنی کا پیش نظر رہنا

بڑی ہی نعمت ہے اونچا مقام ہے اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے اس ناکارہ کو بھی نصیب فرمائے ؎

جز خضوع و بندگی و اضطرار اندریں حضرت ندارد اعتبار

۱۲۴: فرمایا تلاوت قرآن پاک کے مطالعہ سے قرآن مجید سے نسبت و تعلق و محبت میں ترقی و زیادتی کا حاصل ہونا ان شاء اللہ تعالیٰ کلید کامیابی ہے۔

۱۲۵: فرمایا نماز پڑھنے کے وقت درمیان میں اگر غفلت پر تنبہ ہو تو یہ منجانب اللہ الہام ہے بقیہ حصہ کو خوب دل لگا کر ادا کریں اگر بعد میں خیال آئے تو اس پر توبہ و استغفار اور آئندہ دل لگا کر نماز ادا کرنے کا عزم کافی ہے۔

۱۲۶: فرمایا دل لگانا عبادتوں میں اور ذکر میں جس قدر اختیار میں ہے اس میں کوتاہی نہ کیجئے نماز میں تسبیحات خیال سے ادا کئے جائیں نہ کہ یاد سے مثلاً یہی کہ اب تکبیر تحریمہ کہہ رہا ہوں اب قیام میں ہوں۔ اب قرأت پڑھ رہا ہوں اب رکوع میں جا رہا ہوں اسی طرح ہر چیز خیال سے ادا ہو اور تسبیحات کے وقت دل کو حاضر رکھنے کی سعی ہو کہ دل بھی یاد الٰہی میں مشغول رہے اس کا برابر تصور رہے۔ اس سے ان شاء اللہ خشوع و خضوع حاصل ہوگا۔

۱۲۷: فرمایا اپنے عیوب پر مطلع ہو جانا اور اپنے اندر سراسر نقائص و معائب کا معائنہ بھی بڑی نعمت ہے جب کہ اس کو دور کرنے کی فکر بھی برابر دامن گیر رہے بہرحال ذکر و فکر دونوں بہت ضروری ہیں۔

۱۲۸: فرمایا انجام سے کون بے فکر ہو سکتا ہے جس کو انجام کی فکر برابر رہتی ہے اس کا انجام ان شاء اللہ بخیر ہوتا ہے کام میں لگے رہنا چاہیے توبہ و استغفار اور دعا و تضرع کو اپنا حال بنانا چاہیے۔

۱۲۹: فرمایا جب تک اپنی نااہلیت اپنے آنکھوں کے سامنے رہے اور

زبان وقلم سے نااہلیت اور جہالت سے خوف دامن گیر ہونے کا جو اعتراف ہے یہ اگر دل سے ہے اور اگر دل کا بھی یہی حال بن جائے تو یہ حال مبارک ہے۔ اور وہ دن ماتم کا ہے جس میں اپنی اہلیت کا خیال پیدا ہو جائے میرا حال تو بہت بدتر ہے تاہم اپنے اکابر کے حسن ظن کے بل بوتے پر کام کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے اکابر کے حسن ظن کی لاج رکھ لیں اور دین کی ذلت ورسوائی سے محض اپنے فضل دستاری سے محفوظ و مامون رکھیں۔

۱۳۰: فرمایا خدا ترسی پیدا کرنے کی کوشش کرنا تو ہمارے اختیار میں ہے لیکن کر دینا یہ ہمارے اختیار میں نہیں ع

کار خود کن کار بیگانہ مکن

جو بچے چھوٹے، گھر دار اور وطن چھوڑ کر دوسری جگہ سے کسی مدرسہ میں آکر رہتے ہیں تو ان کے اندر تبدیلی آسان ہوتی ہے لیکن مقامی طلبہ کے اندر تبدیلی کارے دارد بہت دشوار ہے تاہم حتی المقدور شفقت و دلسوزی کے ساتھ صحیح اصول کے ماتحت کام کرنا چاہیے کل نہیں تو چند دنوں میں سنبھل ہی جائیں گے مگر فوری طور پر نتائج برآمد نہ ہونے کے صبر و تحمل کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔

۱۳۱: فرمایا حق تعالیٰ سے معاملہ صاف رکھیے انھیں سے طلب فرمایئے انھیں کی طرف نظر رکھیے۔ خدا اگر بحکمت بہ بندد درے کشاید بحکمت در دیگرے

۱۳۲: فرمایا ہمیشہ کے معمولات اگر مرض کی وجہ سے ناغہ ہو جائیں تو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ثواب حسب معمول برابر ملتا رہے گا۔

۱۳۳: فرمایا حضرت مفتی محمد شفیع ؒ کی کتب و مضامین کے مطالعہ مقدور بھر کرتے رہیں۔ حضرت اقدس حکیم الامت ؒ نے اپنی آخری عمر میں جب کہ کتابوں کی طرف مراجعت کی طاقت نہ رہی ایک اپنا فقہی سوال مع شبہات تحریر فرما کر حضرت مفتی صاحب ؒ کے پاس روانہ فرمایا اس کا جواب ملاحظہ فرما کر

تحریر فرمایا تھا کہ دو مسرتیں ہوئیں دونوں بالغہ سالغہ، ایک اپنے شبہ کا حل دوسرے اپنی آنکھوں سے دین کی صحیح خدمت کرنے والے کا مشاہدہ جس سے امید بندھ گئی کہ اُمت کے دستگیر باقی رہیں گے۔ افسوس کہ

آں ساقی نماند آں ساغر بشکست

۱۳۴: فرمایا آدمی حق تعالیٰ سے اپنے معاملہ کو صحیح اور صاف رکھے پھر کسی دوست یا دشمن سے ڈرنے دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی بزرگوں نے یہی فرمایا ہے حدیث شریف میں ہے کہ اگر ساری دنیا جمع ہو جائے اس بات پر کہ تجھ کو نفع پہونچائے تو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی بجز اس کے کہ جو کہ تیرے لیے مقدور ہو چکا اور اگر ساری دنیا اس پر جمع ہو جائے تجھ کو ضرر پہنچائیں تو بجز اس کے اور کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ جو کہ تجھ کو مقدور ہو۔ قلم تقدیر سب کچھ لکھ کر فارغ ہو گیا ہے" لہٰذا ایسے مواقع پر عارف کو پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں جب تک ماحول سازگار ہے وہاں رہیں جب حالات ناسازگار معلوم ہوں علیحدگی اختیار کر لیں ع

ارض خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست

حق تعالیٰ کو آپ سے خدمت لینا ہے تو اس کے لیے خاص مسجد متعین نہیں کہیں جگہ نہ رہے تو اپنے گھر میں بیٹھے رہیں رہا روزی کا معاملہ اس کے دروازے بہت سارے ہیں ایک دروازہ بند ہوا تو دوسرا دروازے کھل جاتے ہیں۔

۱۳۵: فرمایا جب کسی سے ملیں تو خندہ پیشانی سے ملیں اپنے دل کو صاف رکھیں کسی سے کینہ نہ رکھیں کسی کو حقیر نہ سمجھیں گو کیسی ہی بری حالت میں کوئی نظر آئے۔ ہمیشہ اپنے انجام سے خائف رہ کر اللہ تعالیٰ سے تضرع اور عاجزی کے ساتھ دعا کرتے رہیں۔

۱۳۶: فرمایا اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ صاف رکھو۔ مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آؤ۔ پھر کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ مخلوق کے ساتھ شفقت اور عدم طمع کا معاملہ رکھنے کے باوجود وہ اگر آپ کے درپے آزار ہوں تو یہ ان کی خباثت نفسی ہے۔ آپ متاثر نہ ہوں۔

ملاحظہ

مذکورہ ملفوظات حضرت شہیدؒ کے مرتبہ ہیں آگے جو ملفوظات ہیں وہ جناب مولوی الٰہی اللہ صاحب متوطن پرنام بٹ کے مرتب کردہ ہیں یہ بھی ہمیں حضرت شہیدؒ کے کاغذات میں مل گئے اس لیے جزو بھائی بنایا جا رہا ہے کہ استفادۂ عام کا سبب ہو۔ الاحقر مدثر غفرلہٗ

۱۳۷: ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ صحیح تعلق پیدا کرنا چاہیے ہر حال میں ہر وقت ان کا دھیان رہے۔

۱۳۸: ارشاد فرمایا: غیر اللہ سے تعلقات نہ بڑھائیں اور جہاں تک ہو سکے ماسوی اللہ سے دستبردار ہو کر دل کو فارغ رکھیں اور ہر وقت خدا کی یاد میں مشغول رہیں۔

۱۳۹: ارشاد فرمایا: ماں کی محبت بیوی بچوں کی محبت دل سے باہر رکھنے کی چیزیں ہیں صرف حق تعالیٰ شانہٗ ہی کی محبت دل میں بسانے کے قابل ہے ؎

آ سکے غیر بھرے خانۂ دل میں کیونکر
کہ خیالِ رُخِ دلدار ہے دربان اپنا

۱۴۰: ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ شانہٗ کی یاد بہت بڑی دولت ہے اسی سے دل کا چین اور راحت ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب الآیہ

۱۴۱: ارشاد فرمایا: خدا تک پہونچنے کے لیے اتباع سنّت سے زیادہ عند اللہ

مقبول اور محبوب طریقہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔

۱۴۲: ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے لیے صرف دو ہی قدم کافی ہیں پہلا قدم اپنے نفس پر اور دوسرا قدم منزل مقصود پر۔

۱۴۳: ارشاد فرمایا: اپنے دل میں حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت و عظمت پیدا کر ظاہری اسباب سے نظر ہٹا کر مسبب الاسباب پر بھروسہ کرو۔

۱۴۴: ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ہمیشہ حسنِ ظن رکھے جب ان کے ساتھ نیک گمان رکھا جائے تو وہ ایسا ہی معاملہ بھی فرما دیتے ہیں۔ انا عند ظن عبدی بی الحدیث۔

۱۴۵: ارشاد فرمایا: خدا تعالیٰ پر کامل یقین رکھنے سے سب بگڑے کام بن جاتے ہیں لیکن اپنی عقل کو لڑانے سے پریشانیوں میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

۱۴۶: فرمایا! سب سے بڑی چیز حق تعالیٰ کی کامل رضامندی ہے جب یہ ہے تو سب کچھ ہے۔ کامل رضامندی کے لیے کامل اتباع سنّت چاہیے اس کا خاص دھیان رہے۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

سعدیؒ فرماتے ہیں:

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ؎ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

۱۴۷: فرمایا۔ تہجد کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے اس لیے اس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ مشہور ہے کہ جو جاگا وہ پایا جو سویا وہ کھویا۔

۱۴۸: ارشاد فرمایا! بے آہِ سحرگاہی کچھ بھی میسر نہیں ہوتا ؎

عطار ہو رومی ہو رازی ہو کہ غزالی
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

۱۴۹: فرمایا! ایمان کی دولت ملنے پر بہت بہت شکر ادا کرنا چاہیے کیوں کہ یہ سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے ساری نعمتیں اسی کے صدقے میں ملتی ہیں۔

۱۵۰: ارشاد فرمایا: ہر حال میں اتباع سنّت کے بغیر کوئی چارہ نہیں سید الطائفہ حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے کہ ایک ہاتھ کتاب اللہ کو تھام لے اور دوسرا ہاتھ سنت رسول اللہ کو۔ ان دونوں کی رہنمائی میں چل کر آدمی سیدھے منزل تک پہونچ جاتا ہے ورنہ وہ دوزخ کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔

۱۵۱: ارشاد فرمایا: ہر حال میں سنّت کی پیروی کو لازم پکڑو جو عمل بھی سنّت کے مطابق ہوگا وہی قابل قبول ہوگا۔

۱۵۲: فرمایا: عقائد میں، معاملات میں، معاشرت میں اخلاق وعادات میں اتباع سنّت کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔

۱۵۳: کامل اتباع شریعت ہی سے کمال کا درجہ حاصل ہوتا ہے جتنے بھی اولیاء ہوئے سب اتباع سنّت ہی کے ذریعہ عنداللہ مقبول ہوئے۔

۱۵۴: فرمایا: بدعت سے سخت نفرت ہو اور بدعت سے خود کو بہت بچائے رکھیں اس لیے کہ یہ ضلالت وگمراہی ہے جو حق تعالیٰ شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے۔ کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار او کما قال۔

۱۵۵: ارشاد فرمایا: عقائد ٹھیک رکھو گے تو اعمال میں درستگی آجائے گی۔

۱۵۶: فرمایا: عمل میں مداومت اور استقامت ضروری ہے خواہ عمل تھوڑا ہی ہو الاستقامت فوق الکرامۃ۔

۱۵۷: فرمایا: صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کسی حالت میں بھی تنقید ناقابل برداشت ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم او کما قال۔

۱۵۸: فرمایا: اطمینان قلب بہت بڑی چیز ہے جس کو یہ حاصل ہوا سے سب کچھ حاصل ہے۔ اور یہ حاصل ہوتی ہے اللہ کی یاد سے۔ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب الآیہ۔

۱۵۹: فرمایا: کسی نعمت کے ملنے پر جتنا شکر کروگے وہ اتنا ہی زیادہ ملے گی ارشاد ہے: لئن شکرتم لازیدنکم۔

۱۶۰: فرمایا: حق تعالیٰ کے وعدوں پر کامل بھروسہ رکھو اور اپنے کام میں ڈٹے رہو انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں بہت مزے میں رہیں گے۔

۱۶۱: فرمایا: ہمارے اسلاف نے محض توکل ہی کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنایا ہے۔

۱۶۲: فرمایا: اپنے اسلاف کے طرز پر رہو اور جدّت اختیار نہ کرو۔

۱۶۳: فرمایا: دنیا میں تھوڑی دیر کی دل لگی اور ہنسی خوشی جو غفلت میں بسر ہوتی ہے آخرت میں بہت دیر تک رُلائے گی۔ لہٰذا دل سے غفلت کو دور کرنا اور دل کو ذکر اللہ میں مشغول رکھنا چاہیئے۔

۱۶۴: فرمایا: بندے کو جو کچھ ملے اس پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور قناعت اختیار کرے دنیوی زندگی میں اپنے سے کم تر درجہ کے لوگوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور دینی حیثیت سے ہم سے جو بڑھے ہوئے ہوں ان کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

۱۶۵: فرمایا: سب فکروں سے بڑھ کر آخرت کی فکر چاہیئے جب یہ فکر پیدا ہو جائے تو دوسری تمام فکریں خود بخود اس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہیں جس طرح حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی جو دوسرے سانپوں کو نگل لیا کرتی تھی ٹھیک اسی طرح آخرت کی فکر تمام فکروں کو نگل لیتی ہے۔

۱۶۶: فرمایا: تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے اس کی نگرانی بہت ضروری ہے یعنی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہو۔

۱۶۷: فرمایا: ہمارا ہر ایک قدم پھونک پھونک کر اُٹھنا چاہیئے کہ کہیں صراط مستقیم سے ڈگمگا نہ جائے۔

۱۶۸: فرمایا: دوستی اچھوں سے اور نیک لوگوں سے ہو بُروں کی دوستی سے جس قدر

دین و دنیا کا نقصان ہوتا ہے شاید ہی کسی اور چیز سے ہوتا ہو۔

۱۶۹: فرمایا: جب نیت درست ہو اور ہر دینی کام میں اخلاص ہو تو یہی چیز خالصاً لوجہ اللہ کہلاتی ہے۔

۱۷۰: فرمایا: فتنوں کے زمانے میں اپنے گھروں میں اس طرح پڑے رہو جس طرح ٹاٹ کا ٹکڑا گھر کے کونے میں پڑا رہتا ہے۔

۱۷۱: فرمایا: لوگوں کو چاہیئے کہ ہر قسم کے فتنوں سے بچے رہیں اگر کہیں فتنہ و فساد ہوتا ہو اور آدمی تماشائی بن کر فتنہ و فساد کی جگہ کو جھانک کر دیکھے گا تو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ بھی اس فتنہ میں ملوث نہ ہو جائے۔

۱۷۲: فرمایا: ہر معاملہ میں حزم و احتیاط کا دامن تھامنا ضروری ہے لوگ تحقیق نہیں کرتے اور سنی سنائی باتوں کا خوب چرچا کر دیتے ہیں اسی لیے فتنے برپا ہوتے ہیں۔

۱۷۳: فرمایا: یہ زمانہ فتنہ و فساد کا زمانہ ہے دین پر قائم رہنا اور دین کی باتوں پر چلنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی انگارے کو مٹھی میں تھامے رکھے۔

۱۷۴: فرمایا: حق تعالیٰ شانہٗ سے خوب رو رو کر مانگنا چاہیئے اگر رونا نہ آوے تو کم از کم رونے کی صورت ہی بنالے اس سے بھی کام بن جاتا ہے۔

۱۷۵: فرمایا: لوگ ہر معاملہ میں غور و فکر کرتے ہیں مگر دین کے معاملہ میں غور و فکر نہیں کرتے۔

۱۷۶: فرمایا: آدمی کو چاہیئے کہ کام میں برابر لگا رہے۔ ؎

کھولیں یا نہ کھولیں وہ در تیری ہو اس پہ کیوں نظر
تُو تو بس اپنا کام کر یعنے صدا لگائے جا

۱۷۷: فرمایا: اپنے اوقات کو بیکار اور فضول باتوں میں نہ گنوائے اور غفلت میں زندگی نہ گزارے۔

۱۷۸: فرمایا: نیک و بد صحبت کا اثر بہت جلد ہوتا ہے۔ اچھوں کی صحبت کا اثر اچھا اور بروں کی صحبت کا اثر برا ہوتا ہے ؎

صحبت صالح ترا صالح کند ؛ صحبت طالح ترا طالح کند

۱۷۹: فرمایا: وقت ایک کاٹنے والی تلوار ہے۔ وقت کی قدر و قیمت کو پہچانو۔ کوئی لمحہ بھی اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔

۱۸۰: ارشاد فرمایا: کسی چیز پر بھی بھروسہ نہ کریں جوانی، حسن، عمر، دولت، صحت یہ سب آنی جانی ہیں۔ چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے۔

۱۸۱: ارشاد فرمایا: طبیعت کے اندر "آنا" دردی بہت ہی بری چیز ہے یہی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔

۱۸۲: فرمایا: ہر کام میں اپنے بڑوں سے مشورہ کرو اس میں بہت خیر و برکت ہوتی ہے۔

۱۸۳: فرمایا: آج کل لوگوں میں اخلاص نہیں رہا صرف نام و نمود یعنی دکھاوا رہ گیا ہے۔

۱۸۴: ارشاد فرمایا: لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ فیشن اور ٹیپ ٹاپ کو بہت پسند کرنے لگے ہیں۔

۱۸۵: فرمایا: مدرسوں میں مولویوں کی فوج تیار کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صحیح کام کے دو چار آدمی بھی تیار ہو جائیں تو بس ہے۔

۱۸۶: فرمایا: امانت و دیانت داری میں جہاں روپے پیسے کا معاملہ پیش آتا ہے اکثر لوگ اس میں فیل ہو جاتے ہیں۔

۱۸۷: فرمایا: دینداری صرف کتابوں کے مطالعہ سے نہیں آتی بلکہ اس کے لیے کسی اللہ والے کی صحبت ضروری ہے۔ اکبر الہ آبادی کہتے ہیں ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۱۸۸: فرمایا: باطن کی اصلاح بہت ضروری ہے اور باطن کی خباثت ظاہر ہوئے بغیر

نہیں رہتی ؎

نا مبارک آں خندۂ لالہ بود ؛ کز دہان او سوادِ دل نمود

۱۸۹: فرمایا: اللہ والوں کی صحبت بہت بڑی چیز ہے۔ ارشاد ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔

۱۹۰: فرمایا، اس زمانہ میں پیر کو سچا مرید اور استاد کو سچا شاگرد ملجانا پیر اور استاد کی کرامت ہی نہیں بلکہ مرید اور شاگرد کی بھی کرامت ہے۔

۱۹۱: ارشاد فرمایا: بزرگوں کے اوقات میں بڑی برکت ہوتی تھی۔ مختصر اوقات میں بہت بہت کام کر دیتے تھے۔

۱۹۲: فرمایا: عجب، ریاکاری، سمعہ، حسد، بغض، جھوٹ، چغلی، غیبت وغیرہ روحانی بیماریاں ہیں ان کی اصلاح بہت اہم اور ضروری ہے۔

۱۹۳: فرمایا: لوگ اپنے باطنی عیوب کو بلی کی غلاظت کی طرح چھپا رہے ہیں یعنی جس طرح بلی اپنی غلاظت کو چھپا دیتی ہے لوگ اپنے باطنی عیوب کو اپنے شیخ سے بھی چھپا دیتے ہیں اسی وجہ سے اصلاح نہیں ہوتی۔

۱۹۴: فرمایا: ریاکاری، عجب، سمعہ وغیرہ زہر قاتل ہیں ان سب سے بہت ہی بچنا چاہیے۔

۱۹۵: فرمایا، اپنی اصلاح کی فکر کرو۔ دوسروں کے عیب ڈھونڈتے نہ پھرو کچھ سیکھو اور حاصل کرو ورنہ ہمیشہ پچھتاؤ گے۔

۱۹۶: فرمایا، آدمی جب یہ سمجھنے لگے کہ "میں بھی کچھ ہوں" تو حقیقتاً وہ کچھ بھی نہیں کمال تو یہ ہے کہ اپنے کو مٹا دے۔

۱۹۷: فرمایا، جب تک اپنے شیخ سے مناسبت نہ ہو بیعت سے اور تعلیم سے کیا فائدہ؟ فائدہ تو اس وقت ہوتا ہے جب کہ عقیدت بھی ہو محبت ہو مناسبت بھی ہو۔

۱۹۸: فرمایا: یک در گیر و محکم گیر۔ صرف ایک کے ہو رہو۔ جو کچھ ملے گا اس ایک در ہی سے ملے گا۔ اسی کا نام وحدت مطلب ہے۔ اپنے شیخ سے کامل اعتقاد رکھے کہ جو کچھ ملے گا اسی کے در سے ملے گا۔

۱۹۹: فرمایا: شب قدر میں مانگنے کی یہ دعا اگر قبول ہو جائے تو اپنی مغفرت کے لیے کافی ہے۔ اللّٰھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی

۲۰۰: فرمایا، رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا اپنے ماں باپ کی مغفرت کے لیے یہ دعا پڑھتے رہیں۔ یہ میرا معمول بھی ہے۔ اور میرے والد بزرگوارؒ نے اس کے پڑھنے کے لیے مجھے وصیت کی تھی۔

۲۰۱: فرمایا: جہاں تک ہو سکے دنیا سے جی نہ لگاؤ۔ آخرت کی تیاری کے لیے ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہو ؎

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے ؛ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

۲۰۲: فرمایا: زندگی کا کیا اعتبار موت جس وقت بھی ہو آ سکتی ہے۔ اس کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے حضرت جامی فرماتے ہیں ؎

پیوند عمر بستہ بموئیست ہوش دار ؛ غمخوارِ خویش باش غم روزگار چیست

ترجمہ:- عمر کا جوڑ بال سے ہے ہوش کر۔ اپنا غم خوار بن زمانہ کا غم کیا ہے۔

۲۰۳: ارشاد فرمایا دنیا کی صحبت میں اس قدر محو نہ ہونا چاہیے کہ غفلت ہی میں ڈوب جائیں جیسے بلبل پھول کی صحبت میں اس قدر مست ہو جاتی ہے اور پھول پر بیٹھ کر اپنے پس و پیش سے بالکل بے خبر ہو جاتی ہے تو اس وقت لوگ اس کو آسانی سے پکڑ لیتے ہیں۔ دُنیا میں لگ کر ایسے غافل نہ بن جاؤ کہ اسی غفلت میں موت آ کر دبوچ لے۔

۲۰۴: فرمایا، ہمیشہ حسنِ خاتمہ کے لیے دعا کرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ ہر چیز کا انجام ہی قابلِ اعتبار رہتا ہے۔ کما تعیشون تموتون وکما تموتون

تحشرون او کما قال

۲.۵ : فرمایا ہمیشہ حسن خاتمہ کے لیے خود بھی دعا کرتے رہیں اور دوسروں سے بھی اپنے لیے دعا کراتے رہیں۔ بزرگانِ دین اس کا خاص اہتمام فرماتے رہتے ہیں۔

۲.۶ : فرمایا : آپس کے جھگڑے دین کو اس طرح سے مونڈ دیتے ہیں جس طرح اُسترا بالوں کو مونڈ دیتا ہے۔

۲.۷ : فرمایا : اُمت کے فساد کے وقت اگر کوئی ایک بھی مردہ سنت کو زندہ کرے گا تو اس کو سو شہیدوں کا اجر و ثواب ملے گا۔ ۸۷

شعر

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اقبال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکسیر الاتحاد فی رویۃ الہلال

از افادات
فقیہ الامت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب
حضرت مولوی سید شاہ قادر معظم شہید رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
ابرار بکڈپو ۔ متصل مسجد اکبری ۔ اکبر باغ ۔ حیدرآباد ۳۶

رمضان اور عید کی حقیقت اور

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان —— اور
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا
تعامل

ارشاد فرمایا ہمارا روزہ ہو یا عید یا اور کوئی اسلامی تقریب، عام دنیا کے تہواروں کی طرح تہوار یا کوئی قومی دن نہیں، بلکہ سب کی سب عبادات ہیں اور عبادات کا حاصل اطاعت و فرمانبرداری ہے کہ جو حکم ملا اس کی تعمیل کی جائے اس میں کسی کی عقل و رائے پر مدار نہیں اور عبادات میں جس قدر قیود و شرائط ہوتی ہیں وہ سب اسی تعمیل حکم کے پیش نظر ہوتی ہیں، جس سے شریعت کے بتلائے ہوئے اصول سے مخالف کوئی صورت جائز نہیں. کوئی چیز کتنی ہی سچی اور قابل اعتماد ہو اور سننے والوں کو اس پر پورا یقین ہو مگر وہ اپنے اس یقین کو پورے ملک پر اس وقت تک مسلط اور لازم نہیں کر سکتا، جب تک کہ حجت شرعیہ اور باقاعدہ شہادت نہ ہو اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس معاملہ میں رویت ہلال پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

اسلام ایک دین فطرت اور عالمگیر مذہب ہے. اس کے احکام عالم، جاہل، خواندہ، ناخواندہ، مرد، عورت سب پر یکساں حاوی ہیں. اس کے احکام جس طرح حکماء و فلاسفر اور علمائے محققین، امراء و سلاطین کے لیے ہیں، اسی طرح وہ

جنگلوں اور پہاڑی دروں میں رہنے والے وحشی انسانوں کے لیے بھی اور ایسے لوگوں اور خطوں کے لیے بھی ہیں جن میں نہ جدید آلات میسر ہیں نہ وہ ان کا استعمال کر سکتے ہیں. اس لیے اسلامی عبادات نہ فلسفۂ قدیم کی رہین منت ہیں نہ آج سائنس جدید اور اس کے مخترعہ آلاتِ جدیدہ کی محتاج، نہ اس کے ادا کرنے میں کسی محقق، فلسفی یا ماہر ریاضیات و نجوم کی ضرورت ہے بسمتِ قبلہ کا استخراج فنِ ریاضی کا اور ھلال کے ذریعہ مہینے کا شروع اور ختم، فلکیات کا فنی مسئلہ تھا. مگر نبی اُمی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس دھندے میں ڈالنے کے بجائے ان دونوں کے لیے یہ ہدایات دیں کہ فنی باریکیوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں. سرسری اور نظری طور پر ان کا تعین کر لینا کافی ہے رویتِ ھلال کے متعلق ارشاد ہے:

صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان غم علیکم
فاقدروا ثلاثین. (رواہ مسلم)

یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو (اگر ابر وغیرہ کی وجہ سے) اشتباہ ہو جائے تو مہینہ تیس دن کا قرار دو. جس کا حاصل یہ ہے کہ ریاضی کی تدقیقات اور ہیئتِ نجوم کے حسابات میں جائے بغیر ہر شہر کا آدمی سادہ طور سے اپنی اپنی جگہ پر چاند دیکھنے کی کوشش کرے. چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کر کے مہینہ ختم کریں.

چاند دیکھنے کے لیے اہتمام بھی صرف اتنا کہ کسی ایسی جگہ جہاں مطلعِ قمر میں کوئی چیز حائل نہ ہو، کھڑے ہو کر دیکھ لیں. اس سے زیادہ اہتمام کو بھی پسند نہیں فرمایا. عہدِ رسالت مآب میں مانا کہ ہوائی جہاز نہ تھے مگر مدینہ منورہ میں سلع پہاڑ سامنے کھڑا ہے اور اس کے اوپر کچھ آبادی بھی ہے جبلِ احد بھی ساتھ لگا ہوا ہے. مکہ معظمہ تو سب طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے. صفا اور مروہ کی پہاڑیاں

اور جبل ابی قبیس بالکل شہر سے لگے ہوئے ہیں، لیکن عہدِ رسالت میں بھی خلافتِ راشدہ اور قرونِ خیر میں کہیں نظر سے نہیں گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتنا اہتمام فرمایا ہو کہ لوگوں کو ان پہاڑوں کے کسی اونچے مقام پر چڑھ کر چاند دیکھنے کے لیے بھیجا ہو۔ اسی طرح اس مبارک عہد میں اگر ہوائی جہاز اور ریڈیو، ٹیلیفون نہ تھے تو تیز رفتار سانڈنیاں موجود تھیں جو ایک رات دن میں دُور تک کی خبریں بلکہ شہادتیں لا سکتی تھیں مگر حکیم الحکماء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی پسند نہ فرمایا کہ سانڈنی سوار دوڑ کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ یا رابغ وغیرہ کی خبریں بہم پہنچائیں۔ شام اور مصر فتح ہونے کے بعد کوئی مشکل نہ تھی کہ وہاں کی شہادتیں بروقت سانڈنی سواروں کے ذریعہ مدینہ منورہ میں جمع کر لی جائیں — مگر کہیں نظر سے نہیں گزرا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا اہتمام فرمایا ہو۔ ان حضرات کا طرزِ عمل اس کی کھلی علامت ہے کہ ان معاملات میں زیادہ اہتمام و کاوش، ان حضرات کو پسند ہی نہ تھی اور یہ احتمال ان خیار الخلائق کے بارے میں نہیں ہو سکتا کہ پسندیدہ اور افضل ہونے کے باوجود سستی سے اس پر عمل نہ کیا ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس عملی تعلیم کا حاصل یہی تھا کہ ہر شہر والے سادگی کے ساتھ اپنی اپنی جگہ چاند دیکھنے کی کوشش کریں۔ نظر نہ آئے تو مہینہ تیس دن کا سمجھیں۔ اتفاقی طور پر کسی دوسرے مقام کی شہادت آ جائے تو اس کو شرعی ضابطہ سے قبول کریں نہ آئے تو خواہ مخواہ خبریں اور شہادتیں بہم پہنچانے کی فکر میں نہ پڑیں، کیونکہ تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا، نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر اور نہ عادۃً ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ مغربی و مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلافِ مطالع کا وجود یقینی اور جمہور کے نزدیک ثابت ہے۔ اسی لیے عہدِ صحابہ کرام میں رمضان و عید، مدینہ میں کسی روز اور مکہ معظمہ میں کسی روز

اور شام میں کسی روز، عراق اور مصر میں کسی دن ہوتی تھی۔ ان سب شہروں میں ایک دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانے میں ممکن تھا، حضراتِ صحابہ و تابعین کرام نے اس کا اہتمام نہیں فرمایا۔ مدینہ منورہ اور ملکِ شام میں اختلاف کا واقعہ ایک تو صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت کریب رضی اللہ عنہ، سندِ صحیح مذکور ہے، حالانکہ مدینہ منورہ سے ملک شام کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں۔ حضرت کریب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے ملکِ شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے، وہاں رمضان کا چاند جمعہ کی شب میں دیکھا اور سب نے جمعہ کا پہلا روزہ رکھا۔ حضرت کریب رضی اللہ عنہ جب واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ نے رمضان کا چاند کس روز دیکھا تھا۔ انھوں نے عرض کیا جمعہ کی شب میں فرمایا کہ آپ نے خود دیکھا تھا، عرض کیا۔ ہاں میں نے دیکھا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور سب مسلمانوں نے بھی دیکھا اور سب نے جمعہ کا روزہ رکھا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لیکن ہم نے (یعنی اہلِ مدینہ منورہ نے) تو شنبہ کی رات میں چاند دیکھا ہے اس لیے ہم تو اس وقت تک روزہ رکھیں گے، جب تک یہاں چاند نظر نہ آئے یا تیس دن پورے ہو جائیں۔ حضرت کریب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور سب مسلمانوں کی روایت کافی نہیں تو فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (مسلم شریف ص: ۳۴۸ ج: ۱)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فیصلہ خواہ اس بناء پر ہو کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کر کے ملک شام کی روایت کو اہلِ مدینہ منورہ کے لیے کافی نہیں سمجھا یا اس بناء پر کہ شہادت دینے والے تنہا حضرت کریب رضی اللہ عنہ تھے اور ایک آدمی کی شہادت عید کرنے کے لیے کافی نہ سمجھی گئی۔

بہر حال اس واقعہ سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فکر میں نہ رہتے تھے کہ سب جگہ عید یا رمضان ایک ہی دن میں کیا جائے اور اس کے لیے شہادتیں بہم پہنچانے کی فکر کریں۔ ورنہ کیا مشکل تھا کہ پورے ماہِ رمضان میں مدینہ منورہ کے لیے شام کی باقاعدہ شہادت حاصل کر لی جاتی!

دین میں آلاتِ جدیدہ کی حیثیت

یہ بات بدیہی ہے کہ سائنس کسی چیز کو پیدا نہیں کرتی بلکہ قدرت کی پیدا کی چیزوں کا استعمال سکھاتی ہے۔ اس لیے سائنس جدید ہو یا قدیم اور اس کے ذریعہ بنائے ہوئے آلات نئے ہوں یا پرانے سب کے سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ان کو شکر گذاری کے ساتھ استعمال کرنا ہے۔ ان سے وحشت یا بیزاری نہ کوئی دین کا کام ہے نہ عقل کا تقاضا۔ البتہ دینِ الٰہی ان سب کے ساتھ یہ پابندی لگاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو اس کی نافرمانی اور ناجائز کاموں میں استعمال نہ کرو جس سے اصولِ دین مجروح ہوں اور جس استعمال میں کوئی دینی اصول مجروح نہ ہوتا ہو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

شہادت اور آلاتِ جدیدہ

ٹیلیگرام، ٹیلیفون، ریڈیو، اخبارات اور خطوط کے ذریعہ جو خبریں دنیا میں نشر ہوتی ہیں، ان کا نشر کرنے والا اگر کوئی قابلِ اعتماد شخص ہے تو بحیثیت خبر کے وہ سارے جہاں میں قبول کی جاتی ہے، اور اس پر اعتماد کر کے لاکھوں کروڑوں کے کاروبار ہوتے ہیں۔ دنیا بھر کے معاملات ان خبروں پر چلتے ہیں۔ دنیا کی عدالتیں بھی بحیثیت خبر کے ان کو تسلیم کرتی ہیں۔ لیکن کسی مقدمہ اور معاملہ کی شہادت کی حیثیت سے ان خبروں کو دنیا کی کوئی عدالت بھی قبول نہیں کرتی اور ایسی خبروں کی بنیاد

پر کسی مقدمہ کا فیصلہ نہیں دیتی بلکہ یہ ضروری قرار دیتی ہے کہ گواہ بنفسِ نفیس حاضر ہو کر گواہی دے تاکہ اس پر جرح کی جاسکے اور چہرہ بشرہ کی کیفیات سے اس کو پرکھا جاسکے۔ دنیا کی عدالتوں کا موجودہ ضابطۂ شہادت اس معاملہ میں بالکل قرآنی اور اسلامی ضابطے کے مطابق ہے کہ شاہدوں کا قاضی یا حاکم کے سامنے حاضر ہونا ضروری ہے۔ ٹیلیفون پر کسی خبر کا بیان کرنا کتنا ہی قابلِ اعتماد ہو شہادت کے لیے کافی نہیں۔

خبر اور آلاتِ جدیدہ

رمضان کے چاند میں جب کہ مطلع صاف نہ ہو تو ایسی صورت میں چونکہ شہادت یا استفاضۂ خبر دونوں شرط نہیں۔ ایک ثقہ مسلمان عاقل بالغ بینا کی خبر کافی ہے اس لیے خط اور آلاتِ جدیدہ کی خبروں پر اس شرط کے ساتھ عمل کرنا درست ہے کہ خبر دینے والے کا خط یا آواز پہچانی جائے اور وہ بچشم خود چاند دیکھنا بیان کرے اور جس کے سامنے یہ خبر بیان کی جارہی ہے وہ اس کو پہچانتا ہو اور اس کی شہادت کو قابلِ اعتماد سمجھتا ہو تو رمضان کا اعلان کرایا جاسکتا ہے اور خبر دینے والے پر مکمل اعتماد نہ ہو تو رمضان کا اعلان کرانا بھی درست نہیں۔ ٹیلیگرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہو سکتی اس لیے محض ایسی خبروں سے چاند ثابت نہ ہوگا۔

ہلالِ عید کے متعلق شرعی ضابطۂ شہادت

جب چاند کی رویت عام نہ ہو سکے صرف دو چار آدمیوں نے دیکھا ہو تو یہ صورتِ حال اگر ایسی فضا میں ہو کہ مطلع بالکل صاف ہو چاند دیکھنے سے کوئی بادل یا دھواں غبار وغیرہ مانع نہ ہو تو ایسی صورت میں صرف دو تین آدمیوں کی رویت اور شہادت شرعاً قابلِ اعتبار نہیں ہوگی، جب تک مسلمانوں کی بڑی جماعت

اپنے چاند دیکھنے کی شہادت نہ دے۔ چاند کی رویت تسلیم نہ کی جائے گی۔ ہاں اگر مطلع صاف نہیں تھا، غبار، دھواں، بادل وغیرہ اُفق پر ایسا تھا جو چاند دیکھنے سے مانع ہو سکتا ہے، ایسی حالت میں رمضان کے لیے ایک ثقہ کی اور عیدین وغیرہ کے لیے دو ثقہ مسلمانوں کی شہادت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے مگر ایسی شہادت کا اعتبار کر کے اعلان کرنے کے واسطے تین صورتوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو ایسی شہادت کی بنیاد پر عید کا اعلان کرنا کسی ذمہ دار جماعت کے لیے جائز نہیں۔

- وہ تین صورتیں اِصطلاحِ شریعت میں یہ ہیں،
  - شہادت علیٰ الرؤیۃ۔
  - شہادت علیٰ شہادت الرویۃ۔
  - شہادت علیٰ القضاء۔

شہادت علی الرویۃ

شہادت علی الرؤیۃ یہ ہے کہ ایسے عالم یا جماعت علماء کے سامنے یہ شہادت دینے والے بہ ذاتِ خود پیش ہوں جن کی احکامِ شرعیہ فقہیہ اور اسلام کے ضابطۂ شہادت میں مہارت پر پورے ملک میں اعتماد و یقین کیا جاتا ہے اور یہ عالم یا علماء متفقہ طور پر اس شہادت کو قبول کرنے کا فیصلہ کرے۔

شہادت علیٰ شہادۃ الرویۃ

شہادت علی شہادۃ الرؤیۃ یہ ہے کہ اگر شہادت دینے والے خود کسی معقول عذر کی وجہ سے حاضر نہیں ہوئے یا نہیں ہو سکے (یعنی مرض یا سفر کی وجہ سے حاضر نہ ہوئے) تو ہر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہوں اور وہ گواہ عالم یا جماعتِ علماء کے

سامنے شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شخص نے بیان کیا ہے کہ میں نے فلاں رات فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا۔ (اور یہ الفاظ کہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی شہادت پر شاہد بنایا ہے۔ اس لیے میں اس کی شہادت پر شہادت دیتا ہوں۔)

شہادت علیٰ القضاء

شہادت علیٰ القضاء یہ ہے کہ گواہ نہ خود چاند دیکھنا بیان کریں، نہ کسی دیکھنے والے کی گواہی پر گواہی دیں بلکہ دو ثقہ مسلمان اس کی شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے شہادت پیش ہوئی قاضی نے اس کا اعتبار کر کے شہر میں رمضان یا عید کا اعلان کر دیا۔

شرعی قاضی کا قائم مقام

جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں یا ہے مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائلِ دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رویتِ ہلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا۔

شہادت دینے والے کے شرائط!

۱: مسلمان ہونا۔ غیر مسلم کی شہادت قبول نہیں۔
۲: عاقل ہونا۔ دیوانے کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔
۳: بالغ ہونا۔ نابالغ کی شہادت معتبر نہیں۔
۴: بینا ہونا۔ نابینا قابلِ شہادت نہیں۔

۵: شاہد کا عدل ہونا ہے۔ عدل ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ مسلمان جو کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے اور اس کے اعمالِ صالحہ، اعمالِ فاسدہ پر اور راست کاری، خطا کاری پر غالب ہو۔ اس کے مقابل جو شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے یا صغیرہ گناہوں کا عادی ہے اور اس کے بُرے اعمال اچھے اعمال پر غالب ہیں، وہ اصطلاحِ شرع میں فاسق کہلاتا ہے خلاصہ اس شرط کا یہ ہے کہ شاہد کا عدل ہونا چاہیئے فاسق نہ ہو۔ مگر۔ بالاتفاق فقہاء کرام اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذمہ واجب نہیں۔ لیکن اگر قاضی کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔

۶: لفظ شہادت ہے۔ بدون اس لفظ کے کوئی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ لفظ شہادت میں حلف اور قسم کے معنی بھی ہیں اور واقعہ کے خود مشاہدہ کرنے کا اقرار بھی! اسی لیے ہر گواہ پر لازم ہے کہ اپنا بیان پیش کرنے سے پہلے کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ اس طرح ہوا ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے کہ میں حلفی بیان دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ اس طرح ہوا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں حلفی بیان دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ میں نے بہ چشم خود دیکھا ہے۔

۷: یہ کہ جس واقعہ کی گواہی دے رہا ہے اس کو بہ چشم خود دیکھا ہو۔ محض سُنی سُنائی بات نہ ہو۔

۸: یہ کہ شاہد کے لیے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس میں خود حاضر ہو کر شہادت دے پس پردہ یا دُور سے، بذریعہ خط، یا ٹیلیفون یا ریڈیو وغیرہ آلاتِ جدیدہ کے ذریعہ کوئی شخص شہادت دے تو وہ شہادت نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے اور بولنے والا ثقہ اور قابلِ شہادت ہو۔

ایک استثنائی صورت استفاضۂ خبر

ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں کسی چاند کے لیے باقاعدہ شہادت شرط نہیں رہتی، خواہ رمضان کا چاند ہو یا عید وغیرہ کا۔ وہ صورت یہ ہے کہ کوئی خبر اتنی عام اور مشہور و متواتر ہو جائے کہ اس کے بیان کرنے والے مجموعہ پر یہ گمان نہ ہو سکے کہ انھوں نے کوئی سازش کی ہے یا سب کے سب جھوٹ بول رہے ہیں، یعنی صرف کثرتِ تعداد اتنی ہونی چاہیئے کہ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً باور نہ کیا جا سکے۔ اِس میں فقہائے کرام نے پچاس اور بعض نے کم و بیش کا عدد متعین کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ تعداد کوئی متعین نہیں، قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے۔ بعض اوقات سو آدمیوں کی خبر بھی مشتبہ ہو سکتی ہے اور بعض اوقات دس بیس کی خبر سے یقین کامل ہو جاتا ہے۔ ایسی خبر کو اِصطلاح میں، خبر مستفیض یعنی مشہور کہا جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ مختلف اطراف سے مختلف آدمی یہ بیان کریں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کر کے چاند ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس استثنائی صورت استفاضۂ خبر میں آلاتِ جدیدہ کی خبروں کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ اگر ملک کے مختلف حصوں اور سمتوں سے دس بیس ریڈیو اور ٹیلیفون یا خط وغیرہ کے ذریعہ چاند دیکھنے والوں کی طرف سے اطمینان بخش خبریں آ جائیں تو ان پر اطمینان کیا جا سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ خبر دینے والے کی شناخت پوری ہو جائے اور یہ بیان کریں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے شہادت پیش ہوئی۔ اس نے شہادت کا اعتبار کر کے چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا۔

تعارف

حضرتؒ کی وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل ریڈیو پاکستان سے فرمائش کی گئی کہ شب قدر کے بارے میں ایک تقریر ریڈیو سے نشر فرمائیں۔ احقر نے ریڈیو کے حضرات سے عذر کیا کہ حضرتؒ علیل ہیں اور تقریر میں بار ہوگا۔ لیکن جب انھوں نے بار بار اصرار کیا تو حضرتؒ نے قبول فرما لیا اور خود اپنے دست مبارک سے بستر علالت پر ہی یہ تقریر لکھی اور بستر ہی سے ریکارڈ کرائی۔ کسے معلوم تھا کہ یہ حضرت کی نہ صرف آخری نشری تقریر ہوگی، بلکہ اس کے بعد کوئی مضمون آپ کے قلم سے نہیں نکلے گا اس تقریر کے ریڈیو سے نشر ہونے کے کل ۱۳ تیرہ دن بعد حضرتؒ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ....

حضرت مولانا "تقی عثمانی" مدظلہ العالی

شب قدر

حضرت مفتی اعظمؒ پاکستان کی آخری نشری تقریر

اللہ جل شانہ نے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آخری اُمت کو بڑی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازا ہے۔ دوسری ساری اُمتوں کے مقابلہ میں اس اُمت کو کچھ خصوصی امتیازات عطا فرمائے ہیں۔

انھیں امتیازی فضائل میں سے شب قدر بھی ہے جو سال بھر میں ایک مرتبہ آتی ہے اور صرف اس رات کو عبادات میں مشغول کر دینے والوں کو ایک ہزار مہینے کی خالص عبادت سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے لیلۃ القدر خیر من الف شھر (یعنی ایک شب قدر بہتر ہے ایک ہزار مہینے سے) قرآن کریم نے اس رات کی عبادت کو ایک ہزار مہینے کی عبادت کے برابر نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر فرمایا ہے اور اس میں زیادت کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی کہ کتنا زیادہ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ وہ اس کو ایک ہزار سال کے برابر بنا دیں۔

اُمت مرحومہ پر اس خاص امتیازی انعام کی ایک وجہ حدیث شریف میں یہ آئی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلی اُمتوں کی کچھ طویل طویل عمریں بطور وحی دکھلائی گئیں (جو تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں سال کی ہوتی تھیں)۔ اس کے بالمقابل یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ

کی اُمت کی عمریں ان کے مقابل بہت کم ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی۔ اس واقعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر یہ اثر کیا کہ اس حساب سے تو میری اُمت اعمال صالحہ اور عبادات میں سب سے کم رہ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے قلب مبارک سے اس غم کو دُور کرنے کے لیے لیلۃ القدر کی آیت نازل فرما کر بتلا دیا کہ آپ فکر نہ کریں! اس اُمت کے عمل کی قیمت بہت بڑھا دی گئی ہے کہ صرف ایک رات میں ایک ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ ثواب حاصل کر سکتے ہیں، تاکہ دوسری امتوں سے پیچھے نہ رہ جائے۔ یہ حدیث مؤطا میں امام مالکؒ نے اور ترغیب و ترہیب میں حافظ منذریؒ نے نقل کی ہے۔

شب قدر کو شب قدر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات کی عمریں اور رزق اور بھلے بُرے مختلف قسم کے حالات جو روز ازل سے لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس رات میں اس سال کا پورا بجٹ اور سب کی ذمہ داریں فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہیں کہ کس کی کتنی عمر ہوگی، کتنا رزق ملے گا۔ وہ کیسے کیسے حالات سے گذرے گا۔ سورہ دخان کی آیت میں حق تعالیٰ نے اس رات کو لیلۃ مبارکہ کے نام سے ارشاد فرمایا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہے فیہا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا یعنی اس رات میں طے کر دیا جائے گا ہر کام حکمت والا ہماری طرف سے۔ اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ نزولِ قرآن اس رات میں ہوا اور درمنثور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھایا گیا۔ سنن بیہقی میں حضرت انسؓ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں جبرئیل امین فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور جس

شخص کو ذکر و عبادات میں مشغول دیکھتے ہیں اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قام لیلۃ القدر ایمانًا و احتسابًا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جس شخص نے قیام کیا شب قدر میں ایمان کے ساتھ خالص ثواب کی نیت سے کہ کوئی دنیوی غرض نہیں اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ قیام کرنے سے مُراد کسی عبادت میں لگنا ہے جس میں نماز پڑھنا بھی داخل ہے اور ذِکر و تلاوت وغیرہ بھی۔

گناہوں کی معافی کے متعلق شریعت کا اصل ضابطہ یہ ہے کہ صغیرہ گناہ تو نفلی عبادات اور دوسری عبادات اور دوسری نیکیوں کے ذریعہ بھی خود بخود معاف ہو جاتے ہیں مگر کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صغیرہ گناہ کی معافی کی قید نہیں لگائی بلکہ عام رکھا۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اول تو مومن سے گناہ کبیرہ میں مُبتلا ہونا بہت بعید ہے اور اگر ہو بھی گیا تو مومن کو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک توبہ نہ کر لے اور فرض کرو کہ پہلے غفلت ہی ہوتی رہی اب جب کہ شب قدر میں وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور اس سے اپنی مغفرت کی دُعا اور دوسری مُرادیں مانگ رہا ہے تو یقینًا اس کو اپنے پچھلے کئے ہوئے گناہوں پر ندامت و شرمندگی بھی ہوگی اور آئندہ ان سے بچتے رہنے کا پختہ ارادہ بھی کرے گا۔ اسی کا نام توبہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شب قدر کی عبادت کے لیے پچھلے گناہوں سے توبہ لازم و ملزوم ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت صدیقہ عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ آج شب قدر ہے تو میں کیا دُعا مانگوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دُعا کرو: اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

یعنی اے میرے معبود آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں میرے گناہوں کو معاف فرما اس حدیث میں شب قدر کی سب سے بڑی عبادت توبہ ہی کو قرار دیا ہے اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس مبارک رات میں اپنے سب پچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور معافی مانگنے کا پورا اہتمام کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شب قدر اس اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتیازی انعام ہے کہ ایک رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینے کے برابر نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کر دیا ہے۔ ایک ہزار مہینے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں۔ پھر اس میں رحمت کے فرشتوں کا نزول اور عبادت گذار کے لیے رحمت کی دم بدم دعائیں بھی ہیں اور تمام گناہوں سے مغفرت کا وعدہ بھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ منادی بھی ہوتی ہے کہ ہم سے جو دعا مانگی جائے گی قبول کریں گے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر کی برکات سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور اس بھلائی سے صرف وہی شخص محروم ہوگا جو بڑا ہی بدنصیب ہو۔ یہ روایت ابن ماجہ نے حضرت انس رضؓ سے نقل کی ہے۔

اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ مبارک رات کون سی رات ہے۔ اس کے متعلق اتنی بات تو خود قرآن کریم نے متعین کردی ہے کہ یہ رات ماہ رمضان کی کوئی رات ہوگی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس کی مزید توضیح و تعیین بذریعہ وحی الٰہی اس طرح فرمائی ہے کہ مشکوٰۃ میں بحوالہ بخاری شریف حضرت صدیقہ عائشہ رضؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش

کرو یعنی اکیس (۲۱) تیئیس (۲۳) پچیس (۲۵) انتیس (۲۹) ان راتوں میں سے کوئی رات شب قدر ہوگی اور بعض روایات میں ستائیسویں شب کے متعلق مزید رجحان ثابت ہوتا ہے یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ اسلامی احکام میں اکیسویں شب وہ کہلائے گی جو ۲۰ تاریخ کے بعد ۲۱ تاریخ سے پہلے آئے اسی طرح ۲۳، ۲۵ وغیرہ کو سمجھیے اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکمتوں کو پورا کون دریافت کرسکتا ہے۔ یہاں بالتصریح کسی ایک رات کو متعین کرکے نہ بتلانے اور عشرہ اخیرہ رمضان کی پانچ طاق راتوں میں دائر کردینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کے شوق عبادت اور فکر آخرت کی آزمائش ہو کہ شب قدر کی برکات حاصل کرنے کے لیے ان پانچوں راتوں میں بیدار رہ کر عبادت کی کوشش کرے۔ غور کیجیے کہ سرکاری اور نجی ملازمتوں میں کتنی ملازمتیں ایسی ہیں کہ ان میں ملازم کو پوری رات بیدار رہنا پڑتا ہے ہوائی جہازوں کے پائلٹ۔ ریلوں کے چلانے والے رات کی شفٹوں میں کام کرنے والے، ملوں اور کارخانوں کے مزدور فانی فوائد اور چند ٹکوں کی خاطر کتنی راتیں جاگ کر گذارتے ہیں۔ اگر اللہ کے نیک بندے سال بھر میں صرف پانچ راتیں اتنی بڑی نعمت کے لیے جاگیں کہ تراسی سال چار ماہ کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ فرشتوں کی دعائیں ملیں گی۔ سب پچھلے گناہوں کی مغفرت حاصل ہوگی دین و دنیا کی سب مرادیں حاصل ہوں گی تو کیا مشکل کام ہے۔ اور قربان جائیے حق تعالیٰ کے فضل و انعام کے ان راتوں میں بھی تمام رات جاگنا شرط نہیں کچھ سو بھی رہے تو اس مقصد میں خلل نہیں آتا۔

اور حضرت سعید بن مسیب رحؒ کی روایت تو یہ ہے کہ جو شخص اسی رات میں عشأ کی نماز با جماعت سے پڑھے پھر صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لے وہ بھی لیلۃ القدر کی برکات سے محروم نہیں رہتا۔ پھر یہ رات غروب آفتاب کے بعد سے

شروع ہوجاتی ہے جو لوگ بیمار یا بہت کمزور یا کم ہمت ہوں اور مغرب کے بعد سے ہی عبادت میں لگ جائیں۔ نمازِ عشاء جماعت سے پڑھیں تو وہ بھی شب قدر کی خیر و برکت سے محروم نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان راتوں میں جاگنے اور عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمادیں یہ بات سب مسلمانوں کو یاد رکھنی چاہیئے کہ ایسی خاص راتوں میں اپنے اور اپنے متعلقین کے لیے دُعا تو سبھی کریں گے ضرورت اس کی ہے کہ پورے ملک پاکستان بلکہ عالمِ اسلام کے سب مسلمانوں کے لیے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو تمام ظاہری اور باطنی فتنوں اور سب پریشانیوں سے محفوظ رکھیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد شفیع (صاحب)

۶ ر رمضان
سنہ ۱۳۹۶ ہجری

مطبوعات ابرار بک ڈپو

کتاب الکبائر	۲۵ روپے
مسئلہ سُود	۵ "
شادی کیا ہے؟	۷ "
مقالۂ سیرت	۵ "
خوشگوار ازدواجی زندگی	۵ "
تسلیم و رضا	۸ "
حقوق النساء	۸ "
انمول خزانہ	۸ "
فضائلِ قرآن کی چہل حدیث	۳ "

قال اللہ تعالیٰ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْن

اسبابِ فلاح

از فقیہ الامۃ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و پیشکش :-

حضرت اقدس مولوی سید شاہ قادر معظم شہید رحمۃ اللہ علیہ

ناشر :

ابرار بک ڈپو متصل مسجد اکبری، اکبر باغ حیدرآباد ۳۶ اے، پی

تقدیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امابعد!

ابھی قریب دنوں میں استاد محترم حضرت مولوی سید شاہ قادر معظمؒ صاحب نے دوران فرقہ وارانہ فسادات ایک دشمن اسلام کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا ہے۔

حضرت ممدوحؒ نہایت ہی متقی و پرہیزگار، صاحب نسبت و صاحب باطن شخص تھے۔ ایک عرصہ تک مدرسہ فیض العلوم حیدرآباد میں قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم دیتے رہے۔ اکابر بزرگان دین سے ان کا اصلاحی و تربیتی تعلق قائم تھا! بڑے اہتمام سے بزرگوں کی کتابوں کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ راقم الحروف نے ان کی شہادت کے بعد ان کی تمام تحریریں ان کے صاحبزادے عزیزم حافظ سید وصی اللہ سلمہٗ سے حاصل کر لی تھیں تاکہ حسب موقع ان کی ان منتخبات کو قید طباعت میں لاکر محفوظ کر لیا جائے تاکہ اس کا نفع عام و تام ہو۔ (انشاء اللہ بہت جلد یہ تحریریں "کشکول معظم" کے نام سے طبع ہوکر منظر عام پر آئیں گی جن میں ان کا سوانحی خاکہ بھی ہوگا)

زیر نظر رسالہ حضرت مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر "معارف القرآن" سے ماخوذ ہے جو سورۃ "مومنون" کی گیارہ آیات کی تفسیر پر مشتمل ہے جس کی وہ علاحدہ اشاعت کی خواہش رکھتے تھے۔

ادارہ اشرف العلوم ان کی اس خواہش کی تکمیل (افادۂ عوام و خواص کی غرض سے) کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور اس کی مفت تقسیم ایک صاحب خیر کی جانب سے کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں۔ آمین۔

محمد عبد القوی
ناظم ادارۂ اشرف العلوم اکبر باغ حیدرآباد

۷۸۶

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ
خَاشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْ
جِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَا
نُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِ
هِمْ رَاعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ
﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ اَلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

خُلاصۂ تفسیر :-

بالتحقیق اُن مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی جو تصحیح عقائد کے ساتھ صفات ذیل کے ساتھ بھی موصوف ہیں یعنی وہ اپنی نماز میں خواہ فرض ہو یا غیر فرض خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو یعنی فضول باتوں سے خواہ قولی ہوں یا فعلی برکنار رہنے والے ہیں اور جو اعمال و اخلاق میں اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حرام شہوت رانی سے حفاظت رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی شرعی لونڈیوں سے حفاظت نہیں کرتے کیونکہ اُن پر اس میں کوئی الزام نہیں۔ ہاں جو اس کے علاوہ اور جگہ شہوت

رانی کا طلبگار ہو ایسے لوگ حد شرعی سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو اپنی سپردگی میں لی ہوئی امانتوں اور اپنے عہد کا جو کسی عقد کے ضمن میں کیا ہو یا ویسے ہی ابتداءً کیا ہو خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی فرض نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس بریں کے وارث ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ

بالتحقیق اُن مسلمانوں نے (آخرت میں) فلاح پائی جو تصحیح عقائد کے ساتھ صفات ذیل کے ساتھ بھی موصوف ہیں۔ لفظ فلاح قرآن و سنت میں بکثرت استعمال ہوا ہے اذان و اقامت میں پانچ وقت ہر مسلمان کو فلاح کی طرف دعوت دی جاتی ہے فلاح کے معنی یہ ہیں کہ ہر مراد حاصل ہو اور ہر تکلیف دُور ہو اور یہ ظاہر ہے کہ مکمل فلاح کا ایک مراد بھی ایسی نہ رہے جو پوری نہ ہو اور ایک بھی تکلیف ایسی نہ رہے جو دُور نہ ہو یہ دنیا میں کسی بڑے سے بڑے انسان کے بس میں نہیں چاہے دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ ہفت اقلیم ہو۔

اس دنیا میں یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی چیز خلاف طبع پیش نہ آئے اور جو خواہش جس وقت دل میں پیدا ہو بلا تاخیر پوری ہو جائے۔ اگر اور بھی کچھ نہیں تو ہر نعمت کیلئے زوال اور فنا کا کھٹکا اور ہر تکلیف کے واقع ہو جانے کا خطرہ اس سے کون خالی ہو سکتا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ فلاح کامل تو ایسی چیز ہے جو اس ملک دنیا میں دستیاب ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دنیا تو دار التکلیف و المحنت بھی ہے اور اس کی کسی چیز کو بقاء و قرار نہیں یہ متاع گرانمایہ (یعنی مکمل فلاح) ایک دوسرے عالم میں ملتی ہے جس کا نام جنت ہے وہ ہی ایسا ملک ہے جس میں انسان کی ہر مراد ہر وقت بلا انتظار حاصل ہوگی اور وہاں کسی ادنیٰ رنج و تکلیف کا گزر نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کامل و مکمل فلاح صرف جنّت ہی میں مل سکتی ہے۔ دنیا اس کی جگہ ہے ہی نہیں۔ البتہ اکثری حالات کے اعتبار سے فلاح یعنی بامراد ہونا اور تکلیفوں سے نجات پانا یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتے ہیں جن میں سات صفات موجود ہوں دنیا کا تجربہ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ جو اہلِ صلاح ان سات اوصاف کے حامل اور ان سے متصف اور ان پر قائم ہیں گو دنیا میں وقتی تکلیف ان کو کبھی پیش آجائے مگر انجام کار ان کی تکلیف جلد دُور ہوتی ہے اور مراد حاصل ہو جاتی ہے۔ ساری دنیا ان کی عزت کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اور دنیا میں نیک نام انھیں کا باقی رہتا ہے۔ جتنا دنیا کے حالات کا غور و انصاف سے مطالعہ کیا جائے گا۔ ہر دور ہر زمانے ہر خطّہ میں اس کی شہادتیں ملتی چلی جائیں گی۔ سب سے پہلا وصف تو مومن ہونا ہے۔ مگر وہ ایک بنیادی چیز اصل الاصول ہے اس کو الگ کر کے سات اوصاف جو یہاں بیان کیے گئے ہیں یہ ہیں :-

1. نماز میں خشوع۔
2. لغو سے پرہیز کرنا۔
3. زکوٰۃ (خواہ مالی زکوٰۃ ہو یا تزکیہ نفس)۔
4. شرمگاہوں کی حفاظت حرام سے۔
5. امانت کا حق ادا کرنا۔
6. عہد کا پورا کرنا۔
7. نماز پر محافظت۔

پہلا وصف

نماز میں خشوع :-

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔

خشوع کے لغوی معنے سکون کے ہیں اصطلاحِ شرع میں خشوع یہ ہے کہ قلب

میں سکون ہو یعنی غیر اللہ کے خیال کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور اعضاء بدن میں بھی سکون ہو کہ عبث اور فضول حرکتیں نہ کرے۔ قلب میں سکون حاصل ہوتا ہے کثرتِ ذکر اللہ سے خصوصاً وہ حرکتیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں منع فرمایا ہے اور فقہاء کرام نے ان کو مکروہاتِ نماز کے عنوان سے جمع فرمادیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نماز کے وقت اپنے بندے کی طرف برابر متوجہ رہتے ہیں۔ جب تک وہ دوسری طرف التفات نہ کرے جب دوسری طرف التفات کرتا ہے یعنی گوشۂ چشم سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے رُخ پھیر لیتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنی نگاہ اس جگہ رکھو جس جگہ سجدہ کرتے ہو اور یہ کہ نماز میں دائیں بائیں التفات نہ کرو فقہاء کرام نے لکھا ہے قیام میں نظر سجدہ کی جگہ رکوع کی حالت میں پیروں کی پشت پر اور سجدوں میں ناک پر اور قعدہ میں زانوں پر نگاہ رکھے۔ نماز کی حالت میں آنکھوں کو کھُلا رکھے کہ یہ سنّت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا ہے تو فرمایا اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی سکون ہوتا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ خشوع روحِ نماز ہے اس کے بغیر نماز بے جان ہے مگر خشوع کو رکنِ نماز کی حیثیت سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خشوع نہ ہو تو نماز ہی نہ ہوئی بلکہ بلا خشوع نماز تو ہو جائے گی فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر نماز کا ثمرہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ حاصل ہو وہ تو اس صورت میں ہوگا جب خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز اس اُمّت سے اُٹھ جائیگی یعنی ناقدری کی وجہ سے سلب ہو جائے گی وہ خشوع ہے یہاں تک کہ قوم میں کوئی خاشع نظر نہ آئے گا۔

خشوع ہر نماز کی ہر رکعت میں ضروری ہے نماز خواہ فرض ہو واجب ہو سنّت ہو یا نفل۔

دوسرا وصف لغو سے پرہیز

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۔

لغو کے معنی فضول کلام یا کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو لغو کا اعلیٰ درجہ معصیت اور گناہ ہے جس میں فائدہ دینی نہ ہونے کے ساتھ دینی ضرر نقصان ہے اس سے پرہیز واجب ہے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے نہ مفید ہو نہ مضر اس کا ترک کم از کم اولیٰ اور موجب مدح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کا اسلام جب اچھا ہو سکتا ہے جبکہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

تیسرا وصف زکوٰۃ !

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝

زکوٰۃ کے معنی لغت میں پاک کرنے کے ہیں اصطلاح شرع میں مال کے ایک خاص حصّہ کو کچھ شرائط کے ساتھ صدقہ کرنے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے اور قرآن کریم میں عام طور پر یہ لفظ اسی اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے اس آیت میں یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ مومن کامل اپنے مال کی باقاعدہ شرعی لحاظ سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ سے تزکیہ نفس مراد ہو یعنی اپنے نفس کو رذائل سے پاک کرنا تو وہ بھی فرض ہی ہے۔ کیونکہ شرک۔ ریا۔ تکبر۔ حسد۔ بغض۔ حرص۔ بخل۔ جن سے نفس کو پاک کرنا تزکیہ کہلاتا ہے۔ یہ سب چیزیں حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ نفس کو ان سے پاک کرنا فرض ہے۔

چوتھا وصف شرمگاہوں کی حفاظت حرام سے !

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝

یعنی یہ لوگ جو اپنی منکوحہ بیویوں سے اور شرعی لونڈیوں کے علاوہ سب سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان دونوں کے ساتھ شرعی ضابطے کے مطابق شہوت نفس پوری کرنے کے علاوہ اور کسی ناجائز طریقہ پر شہوت رانی میں مبتلا نہیں ہوتے۔ شرعی قاعدے کے مطابق اپنی بیوی یا لونڈی سے شہوتِ نفس کو تسکین دینے میں ضرورت کا لحاظ رکھتے ہیں مقصد زندگی نہیں بناتے۔

پانچواں وصف امانت کا حق ادا کرنا ۔۔۔ !

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۔

لفظ امانت کے لغوی معنی ہر اس چیز کو شامل ہیں جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اُٹھائی ہو اور اس پر اعتماد و بھروسہ کیا گیا ہو۔ امانت سب قسموں کو شامل ہے خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد سے۔ حقوق اللہ سے متعلق امانت تمام شرعی فرائض و واجبات کا ادا کرنا اور محرمات و مکروہات سے پرہیز کرنا ہے۔

حقوق العباد سے متعلق امانت میں مالی امانت کا داخل ہونا تو معروف و مشہور ہے کہ کسی شخص نے کسی کے پاس اپنا کوئی مال امانت کے طور پر رکھ دیا یہ اس کی امانت ہے اس کی حفاظت اس کے واپس کرنے تک اس کی ذمہ داری ہے اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی سے کہی وہ بھی اس کی امانت ہے بغیر اذن شرعی کے کسی کا راز ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے

مزدور، ملازم کو جو کام سپرد کیا گیا اس کے لیے جتنا وقت خرچ کرنا باہم طے ہو گیا اس میں اس کام کو پورا کرنے کا حق ادا کرنا اور مزدوری ملازمت کے لیے جتنا وقت مقرر ہے اس کو اسی کام میں لگانا بھی امانت ہے کام کی چوری یا وقت کی چوری خیانت ہے۔

چھٹا وصف عہد کا پورا کرنا!

عہد ایک تو وہ معاہدہ ہے جو دو طرف سے کسی معاملے کے سلسلے میں لازم قرار دیا جائے اس کا پورا کرنا فرض اور اس کے خلاف کرنا غدر اور دھوکہ ہے جو حرام ہے دوسرا وہ جس کو وعدہ کہتے ہیں۔ یعنی یکطرفہ صورت سے کوئی شخص کسی سے کسی چیز کے دینے کا یا کسی کام کے کرنے کا وعدہ کر لے۔ اس کا پورا کرنا بھی شرعاً لازم و واجب ہو جاتا ہے حدیث میں ہے وعدہ ایک قسم کا قرض ہے جیسے قرض کی ادائیگی واجب ہے ایسے وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے بلا عذر شرعی اس کے خلاف کرنا گناہ ہے۔

ساتواں وصف نماز پر محافظت!!

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ۔

نماز کی محافظت سے مراد اس کی پابندی کرنا اور ہر ایک نماز کو اس کے مستحب وقت میں ادا کرنا ہے غور کیا جائے تو ان سات اوصاف مذکورہ میں تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد اور ان سے متعلق احکام آجاتے ہیں جو شخص ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو جائے اور اس پر جما رہے وہ مومن کامل فلاح دنیا و آخرت کا مستحق ہے۔

یہ بات قابل نظر ہے کہ ان سات اوصاف کو شروع بھی نماز سے کیا گیا

اور ختم بھی نماز پر کیا گیا اس میں اشارہ ہے کہ اگر نماز کو نماز کی طرح پابندی اور آداب نماز کے ساتھ ادا کیا جائے تو باقی اوصاف اس میں خود بخود پیدا ہوتے چلے جائیں گے واللہ اعلم۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ۔ اوصاف مذکورہ کے حامل لوگوں کو اس آیت میں جنت الفردوس کا وارث فرمایا ہے۔ لفظ وارث میں اشارہ اس طرف ہے کہ جس طرح مورث کا مال اس کے وارث کو پہنچنا قطعی اور لازمی ہے اسی طرح ان اوصاف والوں کا جنت میں داخلہ یقینی ہے اور قد افلح کے بعد اوصاف مفلحین پورے ذکر کرنے کے بعد اس جملے میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ فلاح کامل اور اصلی فلاح کی جگہ جنت ہی ہے۔ (معارف القرآن ص ۲۹۴ تا ص ۲۹۹ جلد ششم)